

قومی اور صوبائی مشاورت برائے زمینی اصلاحات

پاکستان کسان مزدور تحریک

اور

روئس فارا یکوئی

2012

ROOTS
for
Equity



قومی اور صوبائی مشاورت برائے زمینی اصلاحات

پاکستان کسان مزدور تحریک

اور

روئس فارا یکوئی

فہرست مضمایں

صفحہ نمبر

عنوان

iv	پیش لفظ
1	خلاصہ
9	زمینی اصلاحات کی ضرورت کیوں؟
16	قومی مشاورت برائے زمینی اصلاحات، اسلام آباد
31	صوبائی اور قومی مشاورت پر مشتمل سفارشات
37	صوبائی مشاورت برائے زمینی اصلاحات، خیبر پختونخواہ
44	صوبائی مشاورت برائے زمینی اصلاحات، پنجاب
52	صوبائی مشاورت برائے زمینی اصلاحات، سندھ

پیش لفظ

پاکستان کو برطانوی راج سے آزادی حاصل کیے 65 سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ نواز ابadiات نے برصغیر کی عوام خاص کر دیہی آبادیوں کو ایک لمبے عرصے تک غلامی اور اسخصال کی زنجیروں میں جکڑے رکھا۔ برطانوی راج کے اختتام پر ہندوستان اور پاکستان کا قیام ایک امید کی شمع تھی کہ آزادی حاصل کر کے مزدور ظلم سے آزادی پا کر ایک بہتر خوشحال پر وقار زندگی بر کر کر پائیں گے لیکن پاکستان کی 65 سالہ تاریخ مزدور کسان اور چھوٹے کسانوں کے لیے کوئی خوش آمدید تبدیلی نہیں ہیش کرتی۔ اس تمام عرصے میں زمین کے منصانہ بُوارے کو بالکل نظر انداز کیا گیا۔ جتنی دفعہ بھی زرعی اصلاحات کروائیں گئی وہ براۓ نام ہی تھیں جو ملک کے دیگر اشرافیہ طبقہ بالخصوص جاگیرداروں کے مفاد کو محظوظ رکھتے ہوئے صرف ایک علمتی عمل تھا۔

ابھی پاکستان کے کسان مزدور ماضی کی نا انسانیوں سے نجات حاصل ناکرپائے تھے کہ دور عالمگیریت میں زرعی زمین پر نیا حملہ آنے لگا اور ملٹری دور حکومت میں جزل پرویز مشرف نے زرعی زمین غیر ملکیوں کو لیز اور فروخت کرنے کے لیے قوانین تنقیل کر دیے۔

موجودہ نام نہاد جمہوری حکومت نے ملٹری حکومت کی سازشوں کو مزید فروغ دیا ہے۔ کئی لاکھ ایکڑ زرعی زمین غیر ملکیوں کو اناج اور نقد فصلیں کاشت کرنے کے لیے دے دی گئی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ملک کے دیگر اشرافیہ طبقہ بھی زمین پر طرح طرح سے بقہہ کر رہا ہے۔ دیگر اثر رسوخ رکھنے والے افراد جگلات کاٹ کر زمین کو اپنے بقہہ میں لارہے ہیں۔ اس سارے عمل میں ملک میں کئی کروڑ بے زمین کسان موجود ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ پاکستان میں گلوبلائزیشن کی جڑوں کو مضبوط کرنے کا عمل بہت تیزی سے بڑھ رہا ہے۔ لاکھوں کروڑوں افراد پر مشتمل کسان آبادیاں غیر ملکی زرعی کمپنیوں کی مہنگی اشیاء کی محتاج ہو کر قرض کے جال میں پھنستی جا رہی ہیں۔ ایک طرف سامراجی پالیسیاں منافع کمانے کے لیے مہنگی مہنگی بھیں پاکستانی منڈی میں فروخت کر رہی ہیں جبکہ دوسری طرف حکومت پاکستان کسان آبادیوں سے ہر طرح کی مراجعات کو ہٹا کر چھوٹے بے زمین کسان کے لیے ہر ایسی پالیسی سازی سے ہاتھ کھٹکی رہی ہے جو ان کے روزگار اور ذریعہ معاش کو مضبوط کرتے ہوئے پائیدار بنائے۔

پاکستان میں سب سے زیادہ غربت کا شکار کسان ہے۔ یہ کسان ہی ہے جو اس ملک کی عوام کو خوراک مہیا کرتا ہے۔ ناصرف خوراک بلکہ اس ملک کے کثیر زر مبادله بھی، کسان خاص کر کے عورت کسان کی تکلیف دہ محنت مشقت سے حاصل کیا جاتا ہے۔ اس ساری محنت کو تسلیم کرتے ہوئے نہ کہ زمین کا مکمل ہٹوارہ کر دیا جاتا، مٹھی بھر عورتوں میں تقریباً ناہونے کے برابر زمین تقسیم کر دی گئی ہے۔

یہ زمین جو کہ صرف سندھ میں تقسیم کی گئی ہے خیراتی عمل سے زیادہ نہیں بلکہ کسان کے پروقار کام کی تذلیل ہے کیونکہ اس عمل نے کسان کو قوم کی غذا کے محافظ کے بجائے ایک فقیر بنادیا ہے۔ آج پاکستان کسان مزدور تحریک اس عزم کے ساتھ کھڑی ہوئی ہے کہ ہم کسی بھی طور خیرات نہیں لیں گے بلکہ کسان کا زمین پر مکمل حق تسلیم کرتے ہوئے زمینوں کے منصافانہ، مساویانہ ہٹوارے کی جدوجہد کے لیے قدم بڑھائیں گے۔

پاکستان کسان مزدور تحریک کی طرف سے صوبائی اور قومی مشاورت کا یہ عمل پہلا قدم تھا کہ کسانوں اور سماج میں دیگر گروہوں سے جڑتے ہوئے زمین پر مکمل حق کے ساتھ ساتھ خوراک کی خود ارادیت کے نعرے کی ترویج اور اسے قابل عمل بنایا جائے۔ خوراک کی خود مختاری یقیناً خود انحصاری کا راستہ ہے۔ کسان مزدور اب ایسی جدوجہد کا حصہ ہے جو یقین رکھتا ہے کہ ہم کو پائیدار زراعت کے اصولوں کو پوری طرح قائم کرنا ہوگا۔ پائیدار زراعت اسی وقت ممکن ہے کہ جب کسان زمین، بیج، پانی اور دیگر پیداواری اشیاء پر مکمل اختیار رکھتا ہو۔ پاکستان کسان مزدور تحریک یقیناً زمین اور تمام زرعی وسائل پر مکمل اختیار کے حصول کے لیے لڑنے کے ساتھ ساتھ سامراجیت کی زنجیریں توڑنے پر مکمل یقین رکھتی ہے۔

علیٰ اکبر

میشنل کوارڈینیٹر

پاکستان کسان مزدور تحریک

دسمبر، 2012

چار سدہ

خلاصہ

پاکستان کسان مزدور تحریک اور روٹس فار ایکوٹی کے باہمی تعاون سے پاکستان میں زمینی اصلاحات کے موضوع پر ملک کے مختلف طبقوں خصوصاً کسانوں سے مشاورت کے ایک سلسے کا آغاز کیا گیا۔ اس سلسے کی پہلی مشاورت 28 اپریل کو کراچی میں، دوسرا 15 مئی کو لاہور میں اور تیسرا 17 مئی، 2012 کو پشاور میں منعقد ہوئی۔ صوبہ بلوچستان میں امن و امان کی صورتحال کے باعث مشاورتی اجلاس نہ ہو سکتا تاہم کوشش کی گئی کہ اس صوبے کی نمائندگی تو می مشاورت کے اجلاس میں ہو سکے۔ قومی مشاورتی اجلاس 21 مئی کو اسلام آباد میں منعقد ہوا۔

زمینی اصلاحات پر مشاورت کا مقصد آئندہ ہونے والے انتخابات ہیں کیونکہ 2013 میں تمام سیاسی جماعتیں اپنے اپنے منشور کے ساتھ عموم سے ووٹ لینے میدان میں اتریں گیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ اس موقع پر زرعی اصلاحات کے حوالے سے کسانوں، ہاریوں اور دیگر طبقات کے ساتھ مشاورت کر کے مشترکہ تجاویز سامنے لائی جائیں اور انہیں سیاسی جماعتیں تک پہنچایا جائے تاکہ نہ صرف سیاسی جماعتیں زراعت سے متعلق تجاویز کو اپنے منشور میں جگہ دیں بلکہ اس ضمن میں قانون سازی کو بھی یقینی بنائیں۔ ایک اور اہم مقصد یہ ہے کہ عموم، خاص کر کے دیہی عموم، جب تھی حکومت کے لیے اپنے نمائندے منتخب کریں تو اس بات کو مذکور رکھیں کہ وہ جس سیاسی جماعت یا نمائندے کو ووٹ دے رہے ہیں وہ کس حد تک ان کے مسائل کی سمجھ رکھتے ہیں اور انہیں حل کرنے کے لیے کس حد تک سنجیدہ ہیں۔ پاکستان کسان مزدور تحریک اور روٹس فار ایکوٹی کا اس بات پر یقین ہے کہ بے زمین کسانوں اور ہاریوں کے خلاف استھانی قوتوں کا مقابلہ معاشرہ کے دیگر طبقات کے تعاون کے ساتھ ہی کیا جاسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مشاورت میں دیگر شعبوں سے شرکاء کو شامل کیا گیا۔

قومی مشاورت برائے زمینی اصلاحات کے موقع پر ”زرعی اصلاحات اور نیولبرل زراعت: تاریخی پس منظر اور موجودہ صورتحال“، کے موضوع پر ڈاکٹر عذر رضا طاعت سعید نے اپنے کلیدی خطاب میں زرعی پالیسیوں کے تاریخی پس منظر کو بیان کیا۔ اس کے علاوہ پاکستان کی تاریخ میں ہونے والے دیگر زمینی اصلاحات اور کارپوریٹ فارمنگ کے تحت زمین پر قبضے کی معلومات فراہم کیں۔ زمینی اصلاحات پر تحقیق یہ بتاتی ہے کہ 3 فیصد سے زائد

چھوٹے کسانوں کو پچھلی زمینی اصلاحات کا فائدہ نہیں ہوا۔ کسی بھی زمینی اصلاحات میں اس بنیاد پر قانون سازی نہیں کی گئی کہ سب کے پاس برابر کی زمین ہو بلکہ زور اس پر تھا کہ زمین کی ملکیت کی حد زیادہ سے زیادہ کتنا ہونی چاہیے۔ سو شل پالیسی اینڈ ڈیولپمنٹ سینٹر کے 1990 کی دہائی کے اعداد و شمار سے پتہ چلتا ہے کہ پاکستان کی کل زرعی زمین کے 50 فیصد پر 4 فیصد دیکھی گھرانے تا پڑیں ہیں اور بقیہ 50 فیصد زمین 96 فیصد دیکھی گھرانوں کی ملکیت ہے۔ یہ اعداد و شمار واضح کرتے ہیں کہ پاکستان میں آج بھی جاگیردار خاندان بہت مضبوط ہیں۔

قومی اور صوبائی سطح پر مشاورت میں مندرجہ ذیل چار سوالات کے ارد گرد تبادلہ خیال ہوا:

- 1- کیا زمینی اصلاحات مسئلہ ہیں یا نہیں؟
- 2- لینڈ گرپینگ (زمین پر قبضہ) کا مسئلہ ہے کہ نہیں؟
- 3- خوراک کی خود مختاری اور زرعی میشیت کو آپ کیسے دیکھتے ہیں؟
- 4- عوام اور کسان گروہوں کا حقیقی زمینی اصلاحات کو نافذ کروانے، لینڈ گرپینگ سے نمٹنے اور خوراک کی خود مختاری کو آگے بڑھانے میں کیا کردار ہو سکتا ہے؟

1- قومی مشاورت میں پاکستان کسان مزدور تحریک اور روؤں فار ایکوٹی کی جانب سے یہ اعلان کیا گیا کہ زمین کی مساویانہ تقسیم اب ہماری تحریک کا بنیادی نسب العین ہے۔ اس موقف کو لاہور کی صوبائی مشاورت میں ڈاکٹر مبارک علی نے اجاگر کیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ زمینی اصلاحات کی اصطلاح سے وہ متفق نہیں ہیں کیونکہ اصلاحاتی روایہ کی وجہ سے پرانا نظام تھوڑی بہت تبدیلیوں کے ساتھ ویسے ہی چلتا رہتا ہے اور یہ عمل موجودہ نظام کو زیادہ مشتمل کرتا ہے۔ مشاورت میں شریک کسی بھی فرد نے زمین کی مساویانہ تقسیم کی مخالفت نہیں کی۔

قومی اور صوبائی مشاورت میں جاگیرداری کے خلاف بھر پور موقف سامنے آیا۔ کہا گیا کہ جس سماج میں جاگیرداری ہوتی ہے وہاں جمہوریت نہیں ہوتی۔ ہندوستان نے جاگیرداری کے خاتمه کا اعلان کر کے ثابت کیا کہ اس کی روح میں جمہوریت ہے جبکہ پاکستان میں بدقتی سے ایسا نہیں ہو پایا۔ یہاں جاگیردار، فوج اور یوروکریٹی میں ستون ہیں، ان کا ایک دوسرے سے گٹھ جوڑ ہے۔ جاگیرداروں کا دفاعی طریقہ یہ ہے کہ وہ کسی بھی حکمران جماعت

میں شامل ہو جاتے ہیں۔ جاگیرداروں نے جمہوریت کو سب سے زیادہ نقصان پہنچایا ہے۔ جاگیرداری ایک ڈھنی رویہ بھی ہے جس سے معاشرے پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ اس سے طبقائی نظام بڑھتا ہے۔ سندھ کی مشاورت میں پاکستان کی ابھرتی ہوئی پارٹی پاکستان تحریک انصاف کے نمائندے نے یہ بات اٹھائی کہ پاکستان میں جاگیرداری نہیں ہے۔ اس کے جواب میں کہا گیا کہ صرف سندھ میں ہی مہر، جتوئی، شیرازی خاندان چند بڑے نام ہیں اسی طرح، لغواری خاندان کے پاس وسیع جاگیر ہے۔ ان خاندانوں کے زیر ملکیت زمین کا رقبہ ہزاروں ایکڑ پر پھیلا ہوا ہے۔ صوبہ خیرپختونخواہ میں سوات کے علاقے میں بڑی بڑی جاگیریں ہیں لیکن اس صوبے میں جاگیرداری کا وہ ڈھانچہ نہیں جو سندھ اور جنوبی پنجاب میں موجود ہے۔ کسانوں نے اپنے گاؤں اور علاقے میں جاگیرداروں کے استحصالی عمل کا تفصیل سے ذکر کرتے ہوئے اس خیال کا انہمار کیا کہ زمین کی تقسیم کے ساتھ جاگیرداری نظام کا خاتمه ہونا چاہیے۔ غربت کی وجہ سے کسان خود کشیاں کر رہے ہیں۔ جب تک جاگیرداری ختم نہیں ہوگی اس وقت تک کسانوں کے مسائل ختم نہیں ہوں گے۔

مشاورت میں کہا گیا کہ زمینی اصلاحات کا نعرہ اس صورت میں لگایا جائے جس سے جاگیرداری کا خاتمه ہو۔ ماضی میں کی جانے والی اصلاحات کا کوئی فائدہ کسانوں کو نہیں پہنچا بلکہ جاگیرداری کو ہوا۔ بہت سی زمینوں پر چند لوگوں کا قبضہ ہے اور وہ بھی غیر قانونی ہے۔ اصلاحات کے حوالے سے ایک فریم ورک پر زور دیا گیا کیونکہ زمین کی ملکیت کے ساتھ کئی چیزیں جڑی ہوئی ہیں جن تک رسائی ضروری ہے جیسے کہ پانی کی فراہمی۔ کچھ کی زمین کی دوبارہ تقسیم پر بھی زور دیا گیا۔ بلوچستان میں بلوچ بیلٹ میں سرداروں کے پاس جو زمینیں ہیں وہ بھی تقسیم ہونی چاہیے۔ صوبہ خیرپختونخواہ سے یہ بھی کہا گیا کہ ہمیں زمین کی تقسیم کے حوالے سے مثالی (Ideal) صورت کو نہیں دیکھنا چاہیے بلکہ ابتدا میں صوبائی سطح پر زمین لے کر سلسلہ وار کسانوں میں تقسیم کرنی چاہیے۔

سندھ میں زمین باٹھے کی حالیہ حکومتی پالیسی کو شدید تقدیم کا نشانہ بناتے ہوئے کہا گیا کہ عورتوں کو جوز میں دی گئی تھی اس میں قبرستان کی زمین بھی شامل تھی یا پھر جو زمین دی گئی وہاں پانی نہیں تھا۔ پنجاب کی مشاورت میں زرعی زمین چھیننے کی بات ہوئی۔ جبکہ خیرپختونخواہ سے یہ موقف سامنے آیا کہ ہمیں شعور بیدار کرنے کی ضرورت ہے لیکن تشدد کا راستہ اختیار نہیں کرنا چاہیے۔ اس کے برخلاف مشاورت میں یہ بات سامنے آئی کہ اگر ہم ٹھینکنگ ایکٹ کو مانتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ ہم جاگیرداری کو مان رہے ہیں۔

زمینی اصلاحات کی مشاورت میں کچھ دیگر مسائل بھی زیر بحث آئے جن میں کسان عورت کے حقوق کی بات سب سے اہم تھی۔ یہ مطالبہ کیا گیا کہ عورتوں کو بھی کسان مزدور کے طور پر تسلیم کرنا چاہیے کیونکہ وہ کھیتوں میں کام کرتی ہیں۔ جو زمین بانٹی جائے اسے عورتوں کے نام بھی ہونا چاہیے۔ کسانوں کی سیاسی جماعتوں میں نمائندگی ہونی چاہیے۔ ان میں کسان عورتیں بھی شامل ہیں۔ مذہبی اتفاقیوں کے نام زمین دینے پر بھی زور دیا گیا۔

نہری پانی کی تقسیم کے مسئلے کی اہمیت پر بھی روشنی ڈالی گئی۔ اندس ڈیلٹا کی 23 لاکھ ایکڑ زمین بخیر ہو چکی ہے۔ پانی کے بٹوارے میں بڑے بڑے زمیندار اپنا اثر و رسوخ استعمال کرتے ہیں اور چھوٹے کسانوں کو فقسان کا سامنا ہوتا ہے۔

2۔ مشاورت میں زمین غیر ملکیوں کو دینے کی بحث سے مخالفت کی گئی۔ کہا گیا کہ جب زمین ہی ہمارے پاس نہیں ہوگی تو زمینی اصلاحات کہاں سے ہوں گیں۔ یہ مطالبہ کیا گیا کہ لاکھوں ایکڑ زمین فوجیوں کو دی گئی ہیں اس کو منسوخ کرنا چاہیے۔ جنگلات کی زمین، قوی اسٹبلی اور صوبائی اسٹبلی کے ارکان کے قبضے کی زمین اور لینڈ مافیا کی ہتھیاری ہوئی زمین کی واپسی بھی ہونی چاہیے۔ یہ تجویز پیش کی گئی کہ 20-25 کسانوں کا گروپ بنایا جائے اور جو زمین غیر ملکیوں کو دی جائی ہے وہ انہیں دی جائے۔

کراچی کی مشاورت میں نیو برلن پالیسی اور کار پوریٹ فارمنگ پر بات ہوئی۔ یہ کہا گیا کہ پاکستان بہت تیزی سے آزاد معیشت کی پالیسی اختیار کر رہا ہے جبکہ دیگر ممالک اپنے عوام کے مفاہمات کو سامنے رکھتے ہوئے اقدامات اٹھا رہے ہیں۔ یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ جو ممالک آزاد معیشت اپناتے ہیں وہ قرضہ بہت لیتے ہیں اور اس کو واپس کرنے کے لیے ان کی پوری توجہ آمدنی کے ذرائع بڑھانے پر ہوتی ہے خواہ وہ زمین، بینک یا سرکاری املاک بیچ کرہی کیوں نہ ہو۔ ان کا زور غیر ملکی زر متبادلہ اکٹھا کرنے اور قرضوں کی قطعاً ادا کرنے پر ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے عوام کی ضروریات کی جانب توجہ دینا ناممکن ہو جاتا ہے۔ جن ممالک نے بھی آئی ایم ایف اور ولڈ بینک سے قرضے لیے ان کی پوری توجہ عوامی مسائل کی بجائے بجٹ کے خسارے کو کم کرنے پر رہتی ہے جس کی وجہ سے ان ممالک کے عوام غربت کا شکار ہوتے ہیں۔ کار پوریٹ فارمنگ کے حوالے سے علمی اور تحقیقی سرگرمیوں پر زور دیا گیا۔

3۔ مشاورتی عمل میں اس بات پر زور دیا گیا کہ ہمیں خوراک کے تحفظ کے بجائے خوراک کی خود مختاری کی بات کرنی چاہیے اور یہ بات واضح کی گئی کہ جہاں کارپوریٹ فارمنگ ہوگی وہاں خوراک کی خود مختاری نہ ممکن ہے۔ وہ ملک یا سرمایہ کارکمپنیاں جو زمین لیز پر لیں گے ان کی مرضی ہوگی کہ وہ جہاں چاہے خوراک لے جائیں۔ چونکہ زمینی اصلاحات، خوراک کی خود مختاری اور زمین پر قبضہ، یہ ساری چیزیں ایک دوسرے سے جڑی ہوئی ہیں اس لیے ہمارا مطالبہ ہے کہ کسانوں کی اپنی زمین ہو، بیج ہو، جہاں وہ اپنی مرضی کا انداز اگائیں۔ اس وقت آبادگار جو بیج بورہ ہے، کھاد ڈال رہا ہے اور زمین پر محنت کر رہا ہے وہ اس کو مہنگی پڑتی ہے۔ کسان چاول، گندم وغیرہ مہنگا خریدتا ہے ویگر اخراجات کے لیے زمیندار یا دکاندار سے قرضہ لیتا ہے اور جب فصل تیار ہوتی ہے تو زمیندار اس وقت اپنا قرضہ وصول کر لیتا ہے اور اسے کچھ مہینوں کا وقہ بھی نہیں دیتا۔ کسانوں کی حالت اتنی بُری ہے کہ پورے دن محنت کے بعد ایک وقت کا کھانا ہی مل پاتا ہے۔ ہمارے کسان اب ملٹی نیشنل کمپنیوں کے غلام بن چکے ہیں۔ خوشحالی بینک کا ہر چھوٹا کسان 60-60 ہزار کا مقروظ ہے۔ اب اس کا پورا خاندان صرف قرضہ اتارنے میں لگا ہوا ہے۔ مشاورت میں یہ تجویز دی گئی کہ مقامی چھوٹے کسان اپنی پیداوار کی حفاظت کریں۔ کوپریٹو کا ایک روپ ماؤں بنائیں اور اس کے ذریعہ کاشت کریں۔

4۔ کسانوں کو چاہیے کہ وہ ان سیاسی جماعتوں کو ووٹ نہ دیں جنہیں اپنی سیاست چلانے کے لیے جا گیرداری کی ضرورت ہے۔ کسان ان لوگوں کو منتخب کریں جو ان کے لیے کام کریں۔ قومی مشاورت میں کسانوں کو منظم کر کے تحریک کرنے کے لامحہ عمل پر بھی زور دیا گیا۔ ہر ضلع میں تحقیقی مطالعہ پر بھی زور دیا گیا۔ زمینی اصلاحات کے حوالے سے تمام فورم پر بلوچستان کی نمائندگی بیانی ہے اور چلی سطح سے تمام دوسرے سماجی گروہوں کو شامل کرنے کی ضرورت پر زور دیا گیا۔ تحریک کو منظم کرنے کے لیے اپنے علاقوں میں گروپس بیانے کی ضرورت ہے۔ ایک ایسا پریشر گروپ بنایا جائے جس میں زراعت اور کسان کے مسائل سے وابستگی رکھنے والے جمع ہوں۔ ٹریڈ یونین والے اس میں اپنا حصہ ڈالیں گے۔ ایک چینیں بنائیں کہ مسائل کو عوام کی سطح پر پہنچائیں۔ مزدور یونین، میڈیا اور ویگر کسان دوست گروہوں کو ساتھ ملا کر ایک مراحتی تحریک کا آغاز ہو سکتا جس کے بغیر حقیقت اور پائیدار حل ناممکن ہے۔ پی کے ایک سو فیصد اس بات پر یقین رکھتی ہے کہ منظم سوچ اور سیاسی عمل کے ذریعے ہی اس عمل کو آگے بڑھایا جاسکتا ہے۔

سفراشات

جاگیرداری اور زمینی اصلاحات:

- زمین پر کسان کے حق ملکیت کو تسلیم کر کے جاگیرداری نظام کا مکمل خاتمه ہونا چاہیے۔
- بے زمین کسانوں بیشمول عورتیں کے زمین کی منصافانہ اور مساویانہ تقسیم ہونی چاہیے۔
- زمینی اصلاحات کے لیے ایک فریم ورک تشكیل کیا جائے جس میں کسانوں کی نمائندگی ہونی چاہیے۔
- زمین کے حدود بھی معین کی جائیں۔ سندھ میں کچے کی زمین کی دوبارہ تقسیم کی جائے۔

دیگر سفارشات

- زمینی اصلاحات کے لیے منظم جدوجہد کی ضرورت پر زور دیا گیا۔
- جری مشقت (bonded labour) کا خاتمه ہونا چاہیے۔

زمین پر قبضہ اور کارپوریٹ فارمنگ

- زمین پر مقامی لوگوں کا حق تسلیم کیا جائے۔ کارپوریٹ فارمنگ کی اجازت نہیں ہونی چاہیے کیونکہ یہ استعماریت کی ایک نئی شکل ہے۔
- جنگلات کو قبضہ گیروں سے چھڑا کر ان پر غریب کسانوں اور چھوٹے آباد کاروں کا حق تسلیم کیا جائے اور وہاں دوبارہ جنگلات اگانے کا سلسلہ شروع کیا جائے۔

خوراک کی خود مختاری اور زرعی مارکیٹ معيشت

- خوراک کے تحفظ کے بجائے خوراک کی خود مختاری کی اصطلاح استعمال کی جائے۔
- ناقص بیج اور کمپنیوں کے بیج کو ختم کرنا چاہیے جن کی وجہ سے کسانوں کی بدحالی میں اضافہ ہو رہا ہے۔
- مانگکرو فائنس، کیٹرے مارادوبات، کیمیکل کھاد پر انحصار ختم کیا جائے۔ کیٹرے مارادوبات سے متعلق شعور بیدار کرنا چاہیے۔
- کسان مل کر کو اپر ٹیو (co-operative) زراعت کا رول ماذل بنائیں اور اس کے ذریعہ کاشت کریں۔
- حکومت پاکستان فصل خرید کر کسان کو پہلے ہی پیسہ دے دے اور ان کی صحت اور تعلیم کی ذمہ داری لے۔
- غذائی اجناس درآمد کرنے کے بجائے حکومت مقامی اجناس کی خریداری میں تعاون کرے۔
- زرعی پالیسی بنانے میں یقیناً چھوٹے اور بے زین کسانوں کی فیصلہ سازی کے مراحل میں شرکت ہونی چاہیے۔
- کسانوں کو چھوٹے قرضے دیے جائیں جن پر سودہ ہو۔ غربت کے خاتمہ کے خلاف اقدامات کیے جائیں۔

ذیلی مسائل

کسان عورت

- زمین پر کاشت کرنے والی عورت کا برابر کا حق تسلیم کیا جائے۔
- کسان عورتوں کو زمین کا حق ملکیت حاصل ہونا چاہیے۔

نہری پانی کی تقسیم

- پانی کی تقسیم کے نظام کو بہتر کرتے ہوئے پانی کی منصفانہ تقسیم ہونی چاہیے۔ اس ضمن میں صوبوں کی شکایات دور کی جائیں۔
- بڑے ڈیم بنانے کی مخالفت کی گئی۔

دیگر مسائل

- طبقاتی اور مذہبی تفریق کو ختم کیا جائے۔ مذہبی اقلیت کا استعمال نہ ہو۔ انہیں بھی زمینیں دی جائیں۔

لائچے عمل

- زمینی اصلاحات کروانے کے لیے مختلف جدوجہد کی ضرورت پر زور دیا گیا۔

- لوگوں کو متحرک کرنے کی ضرورت ہے۔ کسان ایک پریشر گروپ بنائیں اور پنجی سطح سے کام شروع کریں۔

- اصلاحاتی روایہ درست نہیں، سرمایہ داری نظام کو سرے سے ختم کرنا چاہیے۔

- ہر ضلعے میں بحث و مباحثوں کا آغاز ہونا چاہیے تاکہ وہ نمائندے سامنے آئیں جو زمینی حقوق سے جڑے ہوئے ہوں۔

- کسانوں کی اپنے حقوق کے حوالے سے شعور ہونا چاہیے تاکہ کسان خود اپنی جدوجہد کے ذریعے آگے بڑھ سکیں۔

- مختلف کسان مزدور تنظیموں کا ایک مشترکہ اجنبڑا ہو۔ جلسہ جلوس کریں، لاگ مرچ کے لیے نکلیں۔ میڈیا کو ساتھ لے کر چلنا ہوگا۔

- مختلف سیاسی جماعتوں کے ساتھ مل کر کام کرنے کی ضرورت ہے۔ سیاسی جماعتوں میں کسانوں کی نمائندگی ہونی چاہیے۔

- زراعت سے متعلق امور کو سیاسی جماعتوں کے منشور میں شامل کرائیں۔

- کسان ان لوگوں کو منتخب کریں جو ان کے مقاصد کے لیے صحیح طور سے کام کریں۔

- تبدیلی کے لیے عام آدمی کو اسمبلی تک پہنچنا ہے۔

- بلوچستان سے نمائندگی کو یقینی بنایا جائے۔

زمینی اصلاحات کی ضرورت کیوں؟

پاکستان کسان مزدور تحریک اور روٹس فار ایکٹوی کے اشتراک سے 2012 میں پاکستان میں زمینی اصلاحات کے موضوع پر ملک کے مختلف طبقوں خصوصاً کسانوں میں مشاورت کے ایک سلسلہ کا آغاز کیا گیا۔ اس ضمن میں ابتدائی سطح پر تمام صوبائی دارالحکومتوں میں مشاورتی اجلاس ہوئے۔ پہلا اجلاس 28 اپریل، کراچی، دوسرا 15 مئی، لاہور اور تیسرا 17 مئی، 2012 کو پشاور میں منعقد ہوا۔ صوبہ بلوچستان میں امن و امان کی صورتحال کے باعث صوبائی مشاورتی اجلاس نہ ہو سکا تاہم قومی مشاورت میں بلوچستان کی نمائندگی تھی۔ قومی مشاورتی اجلاس 21 مئی، 2012 کو ملکی دارالحکومت اسلام آباد میں منعقد ہوا۔

پاکستان کسان مزدور تحریک: ایک تعارف

پاکستان کسان مزدور تحریک (پی کے ایم ٹی) پاکستان کے کسان مزدوروں پر مشتمل ایک تنظیم ہے۔ اگرچہ اس کا نام 2010 میں اختیار کیا گیا لیکن بھیشیت کسان مزدور تنظیم یہ 2008 سے سرگرم عمل ہے۔ اس کے اہم اہداف میں زراعت اور زرعی مسائل کے بارے میں عمومی بیداری، پائیدار زراعت اور خوراک کی خود مختاری شامل ہیں۔ اس سلسلے کا آغاز 2008 میں ملک گیر سطح پر کسانوں اور ہارپوں کے لیے سیاسی تعلیمی و آگہی پروگرام کے ذریعے ہوا۔ سیاسی تعلیمی آگہی کے اس پروگرام کا مقصد ہارپوں اور کسانوں کو زرعی مسائل کے حوالے سے ایک پلیٹ فارم پر معمول کرنا تھا تاکہ ان کے مسائل کے حل کے لیے کوئی ٹھوں لائجہ عمل مرتب کیا جاسکے۔ اس پروگرام کے تحت کسان مزدوروں کے حقوق، خوراک کی خود مختاری اور پائیدار زراعت کے موضوعات پر تفصیلی تربیتی پروگرام ترتیب دیے گئے۔ پہلے مرحلے (2008) میں گاؤں کی سطح پر تربیتی پروگرام کا آغاز سنده، پنجاب اور خیبر پختونخواہ کے مختلف اضلاع سے ہوا۔ جبکہ 2009 میں صوبہ بلوچستان میں بھی اسی نوعیت کے تربیتی پروگرام منعقد کیے گئے۔ دوسرے

مرحلے میں 2009 میں بلوچستان کے علاوہ صوبائی سطح پر تربیتی پروگرام کا آغاز ہوا، جس کے نتیجے میں صوبائی کور گروپ کا قیام عمل میں آیا۔ پی کے ایم ٹی کی تنظیم سازی اور کام پھیلانے کی ذمہ داری صوبائی کور گروپ کی بنیادی ذمہ داری طے پائی۔

پی کے ایم ٹی کا پہلا سالانہ اجلاس پاکستان کسان سنگت کے نام سے 2008 میں لاہور میں ہوا۔ اس سالانہ اجلاس میں پورے پاکستان سے کسانوں اور مزدوروں نے شرکت کی۔ 2009 میں بھی اسی عنوان کے تحت سالانہ اجلاس منعقد ہوا اور فیصلہ ہوا کہ آئندہ سال (2010)، تنظیم کے لیے نام کا چنانہ تمام ساتھیوں سے مشاورت سے کیا جائے گا۔ پی کے ایم ٹی کے تیرے سالانہ اجلاس (2010) میں ملک بھر کے کسان مزدوروں نے متفقہ طور پر تنظیم کا نام پاکستان کسان مزدور تحریک منظور کیا اور چاروں صوبوں سے ایک ایک صوبائی کوارڈینیٹر کا چنانہ کیا گیا۔ کسانوں، ہاریوں کے لیے سیاسی تعلیمی آگہی پروگرام سے شروع ہونے والی تنظیم اب پاکستان کسان مزدور تحریک کے نام سے ملک کے مختلف اضلاع اور گاؤں میں بھرپور انداز میں سرگرم عمل ہے۔ اس کی سرگرمیوں میں زراعت سے متعلق مختلف مسائل پر عوامی بیداری کے ساتھ ساتھ مختلف دیہیات اور اضلاع کے لیے کوچوں اور دیہی کچھریوں میں بات چیت کے ذریعہ کسانوں کے مسائل کو سامنے لانا اور ان کے حل کے لیے عملی جدوجہد کرنا شامل ہے۔ اس کے علاوہ پی کے ایم ٹی نے ملک بھر میں کسانوں کے فوری توجہ کے حامل مسائل پر پریس کانفرنس، احتجاجی ریلیوں اور مظاہروں کا بھی انعقاد کیا۔

روٹس فارا یکوٹی: ایک تعارف

روٹس فارا یکوٹی ایک غیر سرکاری تنظیم ہے جس کا قیام 1997 میں عمل میں آیا۔ ادارہ کے نظریہ کے مطابق ملک کی معاشری و معاشرتی ترقی عوام کے گرد ہونی چاہیے اور یہ بنیادی تبدیلی آبادیوں کو متحرک کیے بغیر ممکن نہیں۔ اس ضمن میں روٹس فارا یکوٹی یہ پختہ یقین رکھتی ہے کہ سماجی شعور اور سیاسی طور پر بیدار آبادیاں ہی اپنے لیے سماجی اور معاشری انصاف حاصل کر سکتی ہیں۔ روٹس فارا یکوٹی بے سہارا اور پسمندہ گروہوں، خصوصاً شہری اور دیہی علاقوں میں بننے والی مذہبی اقلیتوں، عورتوں اور بچوں کے مسائل کو سامنے لانے میں سرگردان ہے۔ روٹس ان گروہوں کی سیاسی تربیت

و بیداری پر بھی یقین رکھتی ہے تاکہ وہ اپنے معاشری، سماجی اور سیاسی حقوق کو سمجھتے ہوئے میں الاقوامی انسانی حقوق کے معابدوں کے مطابق بہتر معیار زندگی کا مطالبہ کر سکیں۔

روٹس فار ایکوٹی نے ابتداء ہی سے اپنی توجہ اسٹرپکچرل ایڈجسٹمنٹ پروگرام (SAP)، ڈبلیوٹی اور دوسرے آزاد منڈی کے نیولبرل معابدوں سے دیکی آبادیوں پر مرتب ہونے والے اثرات کو سمجھنے پر مرکوز رکھی ہے۔ اس ضمن میں یہ ادارہ مندرجہ ذیل سطحوں پر کام کرتا ہے:

- 1- عالمگیریت کے اثرات اور مسائل پر عملی تحقیق۔
- 2- مقامی، قومی اور عالمی سطح پر باشمور مزاحمت کے لیے مختلف طرح کے لائچ عمل مثلاً تحقیق، تصنیف اور میں الاقوامی رابطہ کاری وغیرہ سے مقامی آبادیوں کو متحرک کرنا اور اس کے ذریعے مزاحمت کو بڑھانا۔
- 3- ایسی آبادیاں جو سماجیہ دارانہ نظام کی معاشری، سیاسی اور سماجی تنبیاں جھیل رہی ہیں ان کی خود اختیاری کی طرف قدم بڑھانے کے لیے براہ راست مدد فراہم کرنا۔
- 4- پسے ہوئے طبقات کے لیے سیاسی آگاہی کا تعلیمی پروگرام منعقد کرنا۔

مشاورت برائے زمینی اصلاحات: مقاصد

پاکستان بنیادی طور پر ایک زرعی ملک ہے۔ زراعت پاکستان کی معيشت کا سب سے بڑا شعبہ ہے۔ ملک کی مجموعی آبادی کا تقریباً 46 فیصد حصہ براہ راست یا بل واسطہ اسی شعبے سے نسلک ہے۔ ملک کی مجموعی آمدنی (GDP) کا ایک تہائی حصہ زراعت کے شعبے سے حاصل ہوتا ہے۔ پاکستان کا مال مویشی اور ڈیری شعبہ زراعت کا 53 فیصد ہے تاہم پاکستان کا کسان مزدور طبقہ کمپرسی کا شکار ہے اور اس کو گوں ناگوں مسائل کا سامنا ہے۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ سندھ اور پنجاب کے تقریباً آدھے گھرانوں کے پاس اپنی زمین کی ملکیت نہیں، 25 فیصد ایسے گھرانے ہیں جن کے پاس 5 ایکٹر یا اس سے بھی کم زمین ہے۔ نیولبرل زراعت کے تحت صنعتی زراعت کے فروغ سے بے زمین اور چھوٹے کسانوں کو نئے مسائل کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اور ان کی مشکلات میں مزید اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔

تشویش ناک بات یہ ہے کہ مقتدر حلقوں میں کسان اور ہاریوں کی کوئی شناوائی نہیں، ایک طرف حکومت کی پالیسی سازی میں انہیں اہمیت نہیں دی جاتی تو دوسری جانب پاکستان کی سیاسی جماعتیں بھی اپنے منشور میں انہیں ترجیح نہیں دیتی۔ ان ہی پہلوؤں کو مد نظر رکھتے ہوئے پاکستان کسان مزدور تحریک اور روٹس فار ایکوٹی نے باہمی اشتراک سے زمینی اصلاحات کے اس اہم موضوع پر صوبائی اور قومی سطح پر مشاورت کا آغاز کیا۔ زمینی اصلاحات نہ صرف معاشری بلکہ ہماری سماجی اور سیاسی زندگی پر بھی اثر انداز ہوتے ہیں۔ اگرچہ پی کے ایم ٹی اور روٹس فار ایکوٹی نے کسانوں اور ہاریوں کو زرعی مسائل کے حوالے سے ایک پلیٹ فارم پر متفقہ کرنے کا عمل گزشتہ کئی سالوں سے شروع کیا ہوا ہے لیکن اس وقت زمینی اصلاحات پر مشاورت کے سلسلہ کا آغاز اس لیے کیا گیا کہ 2013 میں پاکستان میں ایکشن ہونے ہیں جس کے لیے تمام سیاسی جماعتیں اپنے اپنے منشور کے ساتھ عوام سے ووٹ لینے جلد ہی میدان میں اترنے والی ہیں۔ ایسے وقت میں زمینی اصلاحات پر کسانوں، ہاریوں اور دیگر طبقات کے ساتھ مشاورت کے ذریعے مشترک تجویز سیاسی جماعتوں تک پہنچانا ضروری ہے تاکہ نہ صرف سیاسی جماعتیں زراعت سے متعلق تجویز کو اپنے منشور میں شامل کریں بلکہ اس ضمن میں قانون سازی کی جانب قدم بھی بڑھائیں۔ مشاورت کا ایک اور اہم مقصد عوام، خاص کر دیہی عوام، کے شعور کو اجاگر کرنا تھا تاکہ وہ نئی حکومت کے لیے اپنے نمائندے منتخب کرتے وقت اس بات کو مد نظر رکھیں کہ وہ جس سیاسی جماعت یا نمائندے کو ووٹ دے رہے ہیں وہ کس حد تک ان کے مسائل کی سمجھ رکھتے ہیں اور انہیں حل کرنے کے لیے کس حد تک سنجیدہ ہیں۔ پی کے ایم ٹی اور روٹس فار ایکوٹی کا اس بات پر یقین ہے کہ بے زمین کسانوں اور ہاریوں کے خلاف استھانی قوتوں کا مقابلہ معاشرہ کے دیگر طبقات کے تعاون کے ساتھ ہی کیا جاسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مشاورت میں بے زمین کسان، ہاریوں، چھوٹے زمینداروں کے علاوہ غیر سرکاری تنظیموں، علمی و تحقیقی اداروں، طلباء، سماجی تحریک کی شخصیات، سول سوسائٹی کے نمائندوں، سیاسی جماعتوں کے کارکنان کے علاوہ خصوصاً عورتوں اور مذہبی اقلیتوں کو بھی شامل کیا گیا۔ مشاورت میں زمینی اصلاحات کی نوعیت، زمین پر قبضہ، کارپوریٹ فارمنگ اور خوراک کی خود مختاری پر سیر حاصل بحث و مباحثہ ہوا، تاہم تمام مشاورتی اجلاسوں میں کسان اور ہاریوں سے جڑے دیگر مسائل پر بھی تفصیلی تبادلہ خیال ہوا۔

رابطہ کاری

زمینی اصلاحات پر صوبائی اور قومی مشاورت میں پاکستان کے مختلف طبقہ فکر کے افراد کو شرکت کی دعوت دی گئی، جن میں کسان و ہاری، چھوٹے زمیندار، سیاسی جماعتوں کے نمائندے، ایکٹرونک اور پرنٹ میڈیا کے افراد، غیر سرکاری تنظیموں، سول سوسائٹی کے نمائندے، سرکاری ادارے، علمی و تحقیقی اداروں سے مسلک افراد شامل تھے۔ مشاورتی عمل میں تمام فریقین (اسٹیک ہولڈر) کی شمولیت کو یقینی بنانے کے لیے پی کے ایم ٹی اور روٹس فارا یکوٹی نے مشترک طور پر کوششیں کی۔ صوبائی اور قومی دونوں سطحوں پر پروگرام سے قبل 100 سے زائد تنظیموں اور افراد سے رابطہ کیا گیا۔ پی کے ایم ٹی اور روٹس فارا یکوٹی کے اراکین نے اس ضمن میں لوگوں سے براہ راست، ای میل اور ٹیلیفون کے ذریعہ رابطہ کیا۔ اس کے علاوہ تحریک کے ممبران نے اپنے اپنے علاقوں میں سماجی و سیاسی طور پر متحرک شخصیات اور اداروں کی شناختی کرنے میں بھی مدد کی۔

مشاورت برائے زمینی اصلاحات میں شریک افراد اور ادارے

قومی مشاورت برائے زمینی اصلاحات: اسلام آباد

اسلام آباد میں قومی مشاورت برائے زمینی اصلاحات کے شرکاء کی کل تعداد 72 تھی جن میں 13 عورتیں بھی شامل تھیں۔ قومی مشاورت میں چاروں صوبوں سے کسان اور کسان دوست افراد اور ادارے شامل ہوئے چونکہ بلوچستان میں صوبائی مشاورت نہ ہو سکی تھی لہذا قومی مشاورت میں بلوچستان کی شمولیت کو خاص طور پر یقینی بنایا گیا۔ مشاورت میں 21 کے قریب چھوٹے اور بے زمین کسان شریک ہوئے جن میں پاکستان کسان مزدور تحریک کے نمائندے بھی شامل تھے۔ اقوام متحده، پلانگ کمیشن، علمی اداروں سے شخصیات، غیر سرکاری تنظیموں، سول سوسائٹی، یونیورسٹی کے طباء کے علاوہ بڑی تعداد میں صحافیوں نے بھی مشاورت میں حصہ لیا تاہم صرف ایک سیاسی جماعت کی نمائندگی رہی گو کہ تقریباً تمام بڑی سیاسی جماعتوں بیشوا پیپلز پارٹی، مسلم لیگ (ن) اور تحریک انصاف کو دعوت دی گئی تھی۔

صوبائی مشاورت برائے زمینی اصلاحات، خیبر پختونخواہ

پشاور، صوبہ خیبر پختونخواہ میں صوبائی مشاورت برائے زمینی اصلاحات میں شرکاء کی کل تعداد 46 تھی جن میں 5 عورتیں شامل تھیں۔ شرکاء کا تعلق پشاور کے علاوہ خیبر پختونخواہ کے دیگر اضلاع سے بھی تھا۔ 14 کے قریب چھوٹے اور بے زمین کسان جن میں اکثر کا تعلق پی کے ایم ٹی سے تھا۔ کچھ آزاد حیثیت میں کسان بھی اس مشاورت میں شریک ہوئے۔ سیاسی جماعت بیشتر پارٹی کے 2، غیر سیاسی جماعت مستقبل پاکستان کے 3 نمائندوں نے مشاورت میں شرکت کی۔ پی اینڈ ڈی ڈیپارٹمنٹ کے 2، ایک ریٹائرڈ سرکاری افسر جن کا تعلق زمینی رنجیزی کے شعبہ سے رہا تھا کے علاوہ زرعی یونیورسٹی اور پشاور یونیورسٹی کے کچھ طلباء اور مختلف غیر سرکاری تنظیموں مثلاً شرکت گاہ، سہارا، جسی ڈی ایس کے نمائندوں نے بھی مشاورت میں حصہ لیا۔ پرنٹ میڈیا سے ڈان اور برس ریکاڈر اخبار کے نمائندوں نے بھی اس مشاورت میں حصہ لیا۔

صوبائی مشاورت برائے زمینی اصلاحات، پنجاب

لاہور، صوبہ پنجاب میں صوبائی مشاورت برائے زمینی اصلاحات میں شرکاء کی کل تعداد 58 تھی جن میں 14 عورتیں شامل تھیں۔ شرکاء، لاہور شہر اور پنجاب کے دیگر اضلاع سے شریک ہوئے۔ شرکاء میں کسان اور ہاری کے علاوہ آں پاکستان ٹریڈ یونین فیڈریشن کے 3، پاکستان بیپر پارٹی کی 1، مختلف غیر سرکاری تنظیموں کے نمائندے اور 14 کے قریب میڈیا سے تعلق رکھنے والے افراد شامل تھے۔ مشاورت میں انہیں مزارعین پنجاب کے نمائندوں نے بھی بھرپور حصہ لیا۔

صوبائی مشاورت برائے زمینی اصلاحات، سندھ

کراچی، صوبہ سندھ کی صوبائی مشاورت برائے زمینی اصلاحات میں شرکاء کی کل تعداد 42 تھی ان میں 7 عورتیں شامل تھیں۔ شرکاء کا تعلق کراچی کے علاوہ سندھ کے دیگر اضلاع سے تھا۔ شرکاء میں مختلف طبقات اور اداروں کی نمائندگی تھی۔ پاکستان کسان مزدور تحریک سے تعلق رکھنے والے 13 چھوٹے و بے زمین کسان، سیاسی جماعتوں کے 3، علمی اداروں سے 3، غیر سرکاری تنظیموں اور دیگر اداروں کے 14، طالب علم اور 4 میڈیا سے تعلق رکھنے والے افراد نے مشاورت میں حصہ لیا۔

مشاورت کا طریقہ کار

قومی اور صوبائی مشاورت میں بنیادی طور سے چار سوالات رکھے گئے تھے۔

- 1۔ زمینی اصلاحات مسئلہ ہیں یا نہیں؟
- 2۔ لینڈ گرپینگ کا مسئلہ ہے کہ نہیں؟
- 3۔ خوراک کی خود مختاری اور زرعی مارکیٹ معیشت کو آپ کیسے دیکھتے ہیں؟
- 4۔ لاجعمر: عوام اور کسان گروہوں کا حقیقی زمینی اصلاحات کو نافذ کروانے، لینڈ گرپینگ سے منٹنے اور خوراک کی مختاری کو آگے بڑھانے میں کیا کردار ہو سکتا ہے۔

مشاورت کے عمل میں اوپر دیے گئے چار سوالات سے جڑے دیگر مسائل پر بھی زیر بحث آئے جنہیں اس رپورٹ میں شامل کیا گیا ہے۔

قومی مشاورت برائے زمینی اصلاحات، اسلام آباد

21 مئی، 2012

ڈاکٹر عزرا طاعت سعید

زمینی اصلاحات اور نیو لبرل زراعت: تاریخی پس منظر اور موجودہ صورت حال

ڈاکٹر عزرا طاعت سعید نے اپنے کلیدی خطاب میں پاکستان میں زمینی اصلاحات، زراعت سے جڑے مسائل اور نیو لبرل زراعت کے حوالے سے ابھرنے والے مسائل کا تاریخی تناظر میں جائزہ پیش کیا۔ انہوں نے زمینی پالیسیوں کے تاریخی پس منظر کو بیان کرتے ہوئے بر صیر میں مغل عہد اور پھر برطانوی نوآبادیاتی دور میں جا گیر دارانہ نظام کی نوعیت کی وضاحت کی۔ انہوں نے کہا کہ مغلیہ دور میں زمین ریاست کی ملکیت ہوتی تھی۔ بادشاہ اپنے وزراء اور منصب داروں کو جوز میں دیتے تھے وہ ان کی ملکیت نہیں ہوتی تھی اور انھیں اس زمین پر وراثت کا حق بھی نہیں تھا۔ وراثتی حق اسی کسان کا ہوتا تھا جو اس زمین پر کاشت کرتا تھا۔ گاؤں کی آبادی پر اجتماعی ٹیکس عائد کیا جاتا تھا۔ اگرچہ اس نظام میں بھی کسان کا استھصال تھا لیکن برطانوی راج نے اپنے سامراجی مفادات کے تحت نبی پالیسیاں وضع کرتے ہوئے زمینداری/جاگیرداری نظام متعارف کرایا اور یوں انگریز سامراج کے وفادار زمیندار، جاگیردار طبقے نے جنم لیا۔ اس دور میں دو طریقہ کار متعارف ہوئے، ایک رائے تپواری کا جس میں کسان کا زمین پر وراثتی حق تعلیم کیا گیا اور دوسرا مستقل آباد کاری (Permanent Settlement) کا اس میں ہاری/مزارعہ کو ٹینیٹ ایٹ ویل (tenant at will) کا نام دیا گیا جس کے تحت ہاری کے حقوق بہت کم ہو گئے اور جاگیرداری حاوی ہو گئی۔ نوآبادیات کے دور میں سندھ اور پنجاب میں زمین کے بڑے بڑے رقبے ٹیکس کی چھوٹ اور زمین کی ملکیت کے حقوق کے ساتھ دیے گئے۔ پاکستان میں پایا جانے والا جاگیردار طبقہ اسی کا تسلسل ہے۔ اس کی تفصیلی وضاحت میں ان پہلوؤں کی شناختی بھی کی گئی کہ برطانوی راج نے پنجاب کے علاقے میں کمال پروجیکٹ شروع کیا اور وہاں آباد کی جانے والی

بستیوں کو کنال کا لونیز کا نام دیا گیا۔ اس پروجیکٹ کا مقصد منافع کے حصول کے ساتھ ساتھ ایسے طبقے کا قیام بھی تھا جو برطانوی راج کا وفادار ہو۔ اس کے علاوہ برطانوی راج کی فوج کے حوالے سے بھی مفادات تھے۔ انہیں اپنی فوج کے لیے گھوڑوں کی ضرورت تھی اور گھوڑوں کی افزائش کی ضرورت کے تحت زمین کے بڑے بڑے رقبے دیہی اشرافیہ کو دیے گئے۔ ڈاکٹر عذرانے کہا کہ برطانوی راج کے دوران جو تین بڑی افغان جنگیں لڑی گئیں ان میں فوجیوں کو خوارک کی فراہمی اور گھوڑوں کی ضرورت پورا کرنے کے لیے سندھ اور پنجاب میں زمین کو قبل کاشت بنایا گیا اور گھوڑوں کو پالنے کے لیے وسیع چراغاں ہیں جا گیرداروں کو دی گئیں۔ جا گیرداروں کے علاوہ فوج سے وابستہ افراد کو بھی زمین بانٹی گئی اور 1880 میں 550 اکیلوں تک کی اراضی فی کس الٹ کی گئی۔ کنال پروجیکٹ سے پانی کی فراہمی میں آسانی کی وجہ سے فوجیوں کی زرعی پیداوار بہت بڑھ گئی۔

قیام پاکستان پر ہمیں یہی نظام ورثے میں ملا۔ سندھ میں برطانوی راج سے پہلے رائے تیواری نظام میں زمین کی ملکیت کے حقوق ہاری کے تھے جبکہ نئے قوانین کے مطابق زمیندار زمین کا مالک اور ہاری زمین پر کام کرنے والا مزارعہ قرار پایا۔ وہ ایک بے زمین کسان تھا جو کہ بٹانی پر کام کرتا تھا۔ بر صغیر میں ایک اور طبقہ جسے غیر حاضر زمیندار کہہ سکتے ہیں، ہندو نئے یا کاروباری طبقے کا تھا جنہیں زمین پر قبضہ کسانوں کے قرض کی عدم ادائیگی کی وجہ سے حاصل ہوا۔ زمین پر حق ملکیت کے حوالے سے ایک اور طبقہ نہم یعنی وہ کسان جنہوں نے زمین لیز پر لی ہوئی تھی ابھرنا، جس کے پاس زمین کے وراثی حقوق 1930 میں آئے۔ پھر 1932 میں لاہور یونیورسٹی کے اب سکھ یونیورسٹی کے پاس زمین کے وراثی حقوق میں آئے۔ اس کے علاوہ حکومت نے ایک ملین ایکڑ زمین ایسے آباد کاروں کو بیچی جن کا تعلق سندھ سے نہیں تھا۔ قیام پاکستان سے قبل سندھ ہاری کمیٹی کی جدوجہد کے نتیجے میں 85 ہزار ایکڑ زمین ہاریوں میں بھی تقسیم ہوئی۔ خیبر پختونخواہ کے علاقے کی زمین کی حیثیت کے بارے میں واضح تفصیل نہیں ملتی کیونکہ اس علاقہ کا جغرافیائی محل و قوع برطانوی راج میں بدلتا رہتا تھا۔

قیام پاکستان کے بعد پاکستان کو جو نظام وراثت میں ملا اس میں زمین پر حق ملکیت رکھنے والے مختلف طبقے تھے جبکہ زمین پر براہ راست کام کرنے والے کی حیثیت ملازم کی سی ہو گئی اور زمین پر اس کا کوئی حق نہیں رہا۔ اس صورتحال کو اگر تاریخی تسلسل میں دیکھیں تو اصلاحات کے لیے جو ہاری کمیٹی بانٹی گئی تھی اس نے اپنی رپورٹ

1948 میں پیش کی، جس میں دو متصاد نقطہ نظر اور پالیسیاں سامنے آئیں، جس کا اظہار میجور یٹی یعنی اکثریتی رپورٹ اور منارٹی یعنی اقلیتی رپورٹ کی صورت میں ہوا۔ میجور یٹی رپورٹ کے ممبران بڑے بڑے جا گیردار گرانوں سے تعلق رکھتے تھے جبکہ منارٹی رپورٹ کو ایک فرد ایم ایم مسعود نے ترتیب دیا جن کا تعلق سول سروس سے تھا۔ میجور یٹی رپورٹ زمین کسانوں کو دینے کی خلاف اور بیانی یا ہاری نظام کو جاری رکھنے کی حامی تھی جبکہ منارٹی رپورٹ میں جا گیرداری نظام کے خاتمے پر زور دیتے ہوئے کہا گیا تھا کہ ریاست ساری زرعی زمین کسانوں میں تقسیم کرے۔ منارٹی رپورٹ پر نئی حکومت نے کوئی توجہ نہیں دی۔ 1949 میں پاکستان مسلم لیگ کی زرعی کمیٹی نے جو رپورٹ پیش کی وہ زمیندار اشتراکیہ کی ہی نمائندگی کرتی تھی۔ اس میں یہ تجویز پیش کی گئی کہ ہاری کو زمین کم از کم 15 سال کے لیے لیز پر دی جائے اور دوسرے یہ کہ زمیندار کے لیے ایک مخصوص زمینی رقبے پر ملکیت کی اجازت ہو۔ جس کے تحت میں نہری زمین کی حد 150 ایکٹر اور بارانی زمین کی 450 ایکٹر مقرر کی گئی۔

ڈاکٹر عذر ان 1950 کی دہائی میں جزل ایوب خان کے دور حکومت میں ہونے والی زمینی اصلاحات اور سبز انقلاب کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ اس کے نفاذ کا طریقہ کار بڑے زمینداروں کے ہاتھوں میں تھا اور یوں فائدہ بھی بڑے زمینداروں کو ہی ہوا۔ اس وقت جو لینڈ کمیشن بنایا گیا تھا اس میں ریونو سرویس کے الہکار تھے اور کسان مزدور طبقہ کی کوئی نمائندگی نہیں تھی۔ 1959 کی زمینی اصلاحات میں زمین کے رقبے کی حد 500 ایکٹر فی خاندان نہری اور بارانی 1000 ایکٹر مقرر کی گئی باغات کے لیے مزید 150 ایکٹر زمین کی حد مختص کی گئی۔ اس کے علاوہ اس پالیسی میں کئی ایسی مراتیں دی گئیں جن کا فائدہ صرف زمیندار طبقے نے یوں اٹھایا اور اکثر لوگ زمینیں حکومت کو دینے سے بھی نجح گئے۔ اس کے علاوہ جوز میں کسانوں کو دی گئی وہ ان کو پیچی گئی، مفت نہیں دی گئی۔ یوں بھی جب زمین بیچنے کی بات ہوئی تو امیر کسانوں اور ملٹری افسران نے بھی اسے خریدا۔ جوز میں ہار یوں اور چھوٹے کسانوں کو پیچی گئی وہ پاکستان کی کل زرعی زمین 4.5 کی تا 5 فیصد تھی۔

پاکستان کی تاریخ کے دوسرے بڑے زمینی اصلاحات ذوالقدر علی بھٹو کے دور میں 1971 میں ہوئے۔ اس میں زمین کی ملکیت کی حد نہری علاقے میں 150 ایکٹر اور بارانی علاقے میں 200 ایکٹر رکھی گئی۔ اس سے زائد زمین حکومت بغیر کسی معاوضے کے اپنے قبضہ میں لے سکتی تھی۔ ان اصلاحات سے بھی ایک فیصد سے زائد چھوٹے کسانوں کو فائدہ نہیں ہوا۔ بس اتنا فرق ضرور تھا کہ زمین کسانوں کو بغیر قیمت دی گئی۔ پھر زمینی اصلاحات

کے حوالے سے 1977 میں ایک آرڈننس جاری کیا گیا لیکن اس کے نفاذ سے پہلے ہی جزل ضایاء الحق نے مارش
لاع نافذ کر دیا۔ جزل ضایاء الحق نے ایکٹ میں تبدیلیاں کیں جس کی وجہ سے صرف 0.9 فیصد زمین تقسیم کی گئی اور پھر
شریعت کو رٹ کے ایک فیصلے کے تحت زمینی اصلاحات کو روک دیا گیا۔ ڈاکٹر عذرانے کہا کہ کوئی بھی زمینی اصلاحات
اس قانون سازی کی بنیاد پر نہیں کی گئی کہ اس سے زمین کی تقسیم مساویانہ بنیادوں پر کی جائے، بلکہ زور اس پر تھا کہ
زمین کی ملکیت کی حد زیادہ سے زیادہ کتنی ہو۔

ڈاکٹر عذرانے سوشن پالیسی اینڈ ڈیولپمنٹ سینٹر کے 1990 کی دہائی کے اعداد و شمار کی مدد سے اس
حقیقت کو واضح کرنے کی کوشش کی کہ پاکستان کی کل زرعی زمین کے 50 فیصد پر 4 فیصد دیہی گھرانے قابل ہیں
جبکہ باقیہ 50 فیصد رقبہ 96 فیصد دیہی گھرانوں کی ملکیت ہے۔ زرعی اعداد و شمار کے مطابق سندھ اور پنجاب کے
تقریباً نصف گھرانے بے زمین ہیں، اس کے علاوہ 25 فیصد گھرانے ایسے ہیں جن کے پاس 5 ایکڑ یا اس سے کم
زمین ہے۔ یہ اعداد و شمار یہ واضح کرنے کے لیے کافی ہیں کہ پاکستان میں آج بھی جاگیرداری نظام انتہائی مضبوط
ہے۔

نوبلر ازم کے دباؤ میں حکومت کا لیبر لائزیشن اور نجکاری کی پالیسیوں کی جانب جھکاؤ اور کارپوریٹ
فارمنگ جیسے اقدامات کو ڈاکٹر عذرانے خاص طور پر تقيید کا نشانہ بنایا اور اس سے ملکی زراعت اور چھوٹے اور بے
زمین کسانوں پر پڑنے والے منفی اثرات کا بھی تفصیلی جائزہ لیا۔ ان کا کہنا تھا کہ حکومت پاکستان نے کارپوریٹ
زراعت کی حکمت عملی کو سامنے رکھتے ہوئے زرعی پیداوار، پیداواری عمل اور مارکیٹ کو ایک کاروباری انتظام کے تحت
منظوم کیا ہے۔ اس کا مقصد جدید ٹکنالوژی کو استعمال کرتے ہوئے زرعی پیداوار اور منافع کو بڑھانا ہے۔ انہوں نے
جزل مشرف کے دور میں نافذ ہونے والے کارپوریٹ فارمنگ آرڈننس 2001 کا ذکر بھی کیا جس کے تحت
پاکستان اسٹاک ایکس چینچ میں رجسٹرڈ کمپنیاں 99 سال کے لیے زرعی زمین لیز پر لے سکتی ہیں، جس کے تحت پہلے
مرحلے میں 50 سال اور پھر مزید 49 سال تک لیز پر لی جاسکتی ہے۔ اس ایکٹ کے تحت زمین کی کم سے کم حد
1500 ایکڑ ہے، جبکہ زمین کی زیادہ سے زیادہ ملکیت کی کوئی حد مقرر نہیں۔ اس پالیسی نے پاکستان کی زرعی زمین
پر غیر ملکیوں کے قبضہ کی راہ ہموار کر دی ہے۔ ملکی اور غیر ملکی اخبارات اور رپورٹوں میں تو اتر سے زمین پر قبضہ
(land grabbing) کی خبریں آ رہی ہیں۔ جمہوری حکومت اگرچہ اس آرڈننس کا برآ راست ذکر نہیں کرتی لیکن اس

کی کارپوریٹ ایگر لیکچر فارمنگ اسٹریٹجی میں کارپوریٹ فارمنگ آرڈیننس 2001 کی دفعات من و عن موجود ہیں۔ اس ضمن میں ابوظہبی کی کمپنی الدہرا کا ذکر ہی کیا گیا جسے میر پور خاص میں سندھ کے وزیر زراعت علی نواز شاہ نے اپنی تقریباً 3,200 ایکڑ زمین کارپوریٹ فارمنگ کے لیے ٹھیکہ پر دی ہے۔ اس زمین پر کمپنی ایک خاص گھاس اگارہی ہے جو کہ ملک سے باہر چھپی جاتی ہے، جبکہ اس سے قبل اس زمین پر گندم اور دیگر فصلیں اگائی جاتی تھیں۔ انہوں نے کہا کہ غیر ملکیوں کو صرف زمین ہی نہیں دی جاتی بلکہ ان کے تحفظ کے ساتھ ساتھ پانی کی فراہمی کا وعدہ بھی کیا گیا ہے۔ ان حکومتی پالیسیوں کا تجزیہ یہ بتاتا ہے کہ کارپوریٹ فارمنگ کسان و ہاری کے استحصال اور کارپوریٹ لیکچر کے مفادات کا محافظ ایسا قانون ہے جسے کسان، عوام اور ملک کی ترقی کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے لیکن دراصل اعداد و شمار کے ہیر پھر اور خوش نما مستقبل کے دعوؤں سے کسان و ہاری کو زمین کے حق ملکیت سے محروم کیا جا رہا ہے۔

زراعت کے حوالے سے حکومت کی طرف سے کیے جانے والے اقدامات میں حکومت سندھ کی جانب سے غریب کسانوں اور خصوصاً کسان عورتوں کو مفت زمین کی تقسیم کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر عذرانے کہا کہ یہ اقدامات اشارہ کرتے ہیں کہ حکمران طبقہ زمینی اصلاحات جیسی اہم پالیسی سازی سے ہٹ کر زمین کی خیراتی تقسیم کی طرف آپکا ہے۔ یہ عمل سندھ کے علاوہ پنجاب میں بھی کیا جا رہا ہے جس سے کسانوں کی بہت محدود تعداد کو ہی زمین مل سکے گی۔ حکومت کی پالیسیوں کے حوالے سے ان کا یہی کہنا تھا کہ ایک جانب خوب کمپنیوں کو ہزاروں ایکڑ زمین دے کر حکومت سرمایہ داروں اور جاگیر داروں کی منافع خوری میں اضافے کی کوشش کر رہی ہے اور دوسری جانب زرعی زمین کے جائز و حقیقی یعنی حقدار کسان و ہاری کی ایک کثیر آبادی کو بکشکل چند ایکڑ زمین خیرات کی طرح دی جاتی ہے۔

زرعی سینس کی اہمیت کا بھی ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ جب تک ہمارے پاس نئے سینس کے اعداد و شمار نہیں ہوں گے تو پالیسیوں کی کوئی بنیاد نہیں ہوگی۔ الیہ یہ ہے کہ پاکستان میں 1990 کے بعد سینس نہیں ہوا اس لیے عوام کوئی تبدیلیوں کا پتہ ہی نہیں۔

نوٹ: اخبار روزنامہ ڈان، 30 مئی 2012 کے مطابق نیازرعی سینس آگیا ہے اس کی اشاعت اب تک چھپ کر عام استعمال میں نہیں آئی ہے۔

مشاورت

مشاورت کے لیے مندرجہ ذیل چار سوالات کے ارد گرد مختلف باتوں پر تابدہ خیال ہوا:

- 1- زمینی اصلاحات مسئلہ ہیں یا نہیں؟
- 2- لینڈ گرپینگ کا مسئلہ ہے کہ نہیں؟
- 3- خوراک کی خود اختاری اور زرعی معیشت کو آپ کیسے دیکھتے ہیں؟
- 4- لا جع عمل: عوام اور کسان گروہوں کا حقیقی زمینی اصلاحات کو نافذ کروانے، لینڈ گرپینگ سے نہیں اور خوراک کی خود اختاری کو آگے بڑھانے میں کیا کردار ہو سکتا ہے؟

جاگیرداری اور زمینی اصلاحات

روئس فارا یکوئی کی چیئر پرسن نوین حیدر نے مشاورت کے آغاز میں کہا کہ پی کے ایم ٹی اور روئس فارا یکوئی نے زمین کی منصانہ اور مساویانہ تقسیم کے اصولی موقف کو اپنا لیا ہے۔ اس موقف کو پنجاب کی مشاورت میں معروف تاریخ دان ڈاکٹر مبارک علی نے واضح کرتے ہوئے کہا:

”زمینی اصلاحات کی اصطلاح سے میں اتفاق نہیں کرتا کیونکہ اصلاحاتی روایہ کی وجہ سے پرانا نظام تھوڑی بہت تبدیلیوں کے ساتھ ویسے ہی چلتا رہتا ہے اور یہ عمل رائج نظام کو مزید مستحکم کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان میں پہلے جوز مینی اصلاحات ہوئیں ان سے جاگیرداری نظام پر کوئی فرق نہیں پڑا۔ ہمیں جاگیرداری نظام کو سرے سے ہی ختم کرنے کی بات کرنی چاہیئے۔“

اس ضمن میں ڈاکٹر مبارک علی نے فرانسیسی انقلاب کی مثال دی جہاں انقلاب کے نتیجہ میں باڈشاہت اور جاگیرداری ختم کی گئی۔ اسی طرح جمنی، کوریا اور جاپان میں بھی جاگیرداری ختم کر کے لوگوں میں زمینیں بنائی گئیں۔

ڈاکٹر مبارک علی کے مطابق لوگوں کو متھرک ہونے کی ضرورت ہے۔ پی کے ایم ٹی کو دباؤ ڈالنے کے لیے ایک مضبوط گروہ بننا چاہیے اور سب سے اہم ضرورت یہ ہے کہ سیاسی جماعتوں کے منشور میں زمینی اصلاحات ڈالانے کی کوشش کرنی چاہیے۔

خیر پختونخواہ سے پی کے ایم ٹی کے صوبائی کوارڈینیٹر الطاف حسین نے زمین کی مساویانہ تقسیم اور مساوی حق کی بات کرتے ہوئے کہا کہ یہ اب ہماری تحریک کا بنیادی نصب العین ہے۔ غلام ربانی جو کہ طالب علم ہیں نے بھی کسانوں میں برابری کی بنیاد پر زمین کی تقسیم پر زور دیا۔ اریڈ (Arid) ایگر لیکھر یونیورسٹی راولپنڈی سے ڈاکٹر اشرف نے کہا کہ جا گیرداروں سے زمین لے کر چھوٹے اور بے زمین کسانوں خاص طور پر کسان عورتوں کو دی جانی چاہیے اور زمین کی منصافت تقسیم ہونی چاہیے۔

مشاورت میں شریک کسی بھی فرد نے زمین کی مساویانہ اور منصافت تقسیم کی مخالفت نہیں کی لیکن اپنے خیالات کے اظہار میں اصلاحات کی اصطلاح ہی کو استعمال کیا۔ زبیدہ بروانی جن کا تعلق سندھ کے ٹرست فار کونزرویشن آف کوٹل ریسورسز (Trust for Conservation of Coastal Resources) سے ہے نے زمینی اصلاحات کی حمایت کرتے ہوئے حیدر بخش جتوئی کی ہماری تحریک اور صوفی شاہ عنایت کا ذکر کیا۔ جنہوں نے یہ نعرہ بلند کیا کہ ”جو کھیرے سو کھائے“۔ اصلاحات کے حوالے سے زبیدہ بروانی نے ایک فریم ورک کی ضرورت پر زور دیا کیونکہ زمین پر مالکانہ حقوق کے ساتھ ساتھ دیگر چیزیں جڑی ہوئی ہیں جن تک رسائی ضروری ہے مثلاً پانی کی فراہمی وغیرہ۔ گھوئی سندھ سے علی نواز جبلانی جو کہ چھوٹے کسان ہونے کے ساتھ ساتھ اسکوں میں پڑھاتے بھی ہیں، نے کہا کہ جب تک جا گیرداری ختم نہیں ہوگی اس وقت تک کسانوں کے مسائل ختم نہیں ہو سکتے۔ جا گیردار کی طرح سے چھوٹے اور بے زمین کسانوں کا استھصال کرتے ہیں۔ انہوں نے اپنی مثال دیتے ہوئے کہا کہ ان کے پاس کچھ نہری زمین ہے جو دریائے سندھ کے نیچے کی طرف ہے، اوپر کی طرف جا گیردار کی زمین ہے۔ جا گیردار اوپر سے آنے والے پانی کو روک لیتا ہے اور اپنی فصل کی آبپاشی کے لیے استعمال کرتا ہے۔ جب جا گیردار سے بات کی تو بجائے معاملہ طے کرنے کے پولیس میں رپٹ لکھوا کر تھانے میں بند کروادیا گیا۔

سندھ نیشنل مودمنٹ کے علی حسن چاٹیو نے بھی حیدر بخش جتوئی کی ہماری کمیٹی کا ذکر کیا جو کہ ہاریوں کے حقوق کے لیے شروع کی گئی تھی۔ اس کے علاوہ 1942 میں مائی بختاور نے بھی اپنی جان دے کر زمین کے بٹوارے

کی تحریک کو مضبوط سہارا دیا۔ انہوں نے کہا کہ ملک میں فوج، جمہوریت سیاستدان اور پیورو کریکی کا گٹھ جوڑ (trioka) ہے جو بھی بھی زمین کا بٹوارہ نہیں چاہے گا۔ بہت سی زمینوں پر چند لوگوں کا بقشہ ہے اور وہ بھی غیر قانونی۔ زمین اصلاحات پر تفصیلی بات کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ 50 ایکڑ نہری زمین اور 150 ایکڑ بارانی زمین فی خاندان مخصوص ہونی چاہیے۔ اس وقت تو کچھ خاندانوں کے پاس لاکھوں ایکڑ زمین ہے۔ ہر ایک کسان کو 8 ایکڑ زمین ملنے چاہیے۔ جب کسان کے مالکانہ حقوق ہوں گے تو وہ دن رات محنت کریں گے اور خوشحالی آئے گی۔ انہوں نے کچھ کی زمین کی دوبارہ تقسیم پر بھی زور دیا۔ لورالائی، بلوچستان سے مصطفیٰ کمال نے کہا کہ بلوچ بیلٹ پر جو زمین سرداروں کے پاس ہے وہ بھی تقسیم ہونی چاہیے۔ زمین کی تقسیم کی حدود کے حوالے سے قومی اسمبلی میں بل پاس ہونا چاہیے۔ انسٹی ٹیوٹ آف بنس ایڈمنیسٹریشن (IBA) کراچی سے ڈاکٹر شاہدہ وزارت اور بہاولپور سے صحافی اکرم ناصر نے بھی زمینی اصلاحات کی حمایت کی۔ پشاور یونیورسٹی کے طالب علم اسداللہ نے کہا کہ ہم زمینی اصلاحات کی بات تو کرتے ہیں لیکن یہ واضح نہیں کرتے یہ سب کیسے ہوگا؟ کسی نے اب تک زمین کی تقسیم کے طریقہ کارکی بات نہیں کی۔ یہاں یہ کہا گیا کہ زمین کی تقسیم کے خلاف شرعی عدالت نے فیصلہ دیا تھا تو پھر مذہبی نمائندوں کو بتانا چاہیے کہ زمین کی تقسیم اسلامی ہے کہ نہیں؟ پی کے ایم ٹی سندھ کے کوارڈینیٹر راجہ مجیب نے کہا کہ زمین کی تقسیم کے حوالے سے اسلام کی بات کی گئی ہے، یہ تو دیکھیں کہ جن کے پاس زمینیں ہیں یہ انہیں کیسے ملیں؟ ان لوگوں کے لیے ایک لفظ استعمال کیا جانا چاہیے اور وہ ہے غدار وطن۔ شکار پور سندھ سے پی کے ایم ٹی کے نمائندے حاکم گل نے کہا کہ ماضی میں کی جانے والی زمینی اصلاحات کا کوئی فائدہ کسانوں کو نہیں پہنچا بلکہ جاگیر داؤں کو ہوا۔ 1979 میں جو ترمیم ہوئی اس کے تحت یہ آزادی دی گئی کہ جو جتنی زمین لیز پر لینا چاہے لے سکتا ہے۔ ان اقدامات سے جاگیر داری کو ہی مضبوط کیا گیا۔

جاگیر داری کے خلاف بات کرتے ہوئے سندھ نیشنل موومنٹ کے علی حسن چاندیو نے کہا کہ ساڑھے پانچ ہزار ایکڑ پر جاگیر داروں کا بقشہ ہے۔ انہوں نے زور دے کر کہا کہ جس سماج میں جاگیر داری ہوتی ہے وہاں جمہوریت نہیں ہوتی۔ انہوں نے دوسرے ممالک کی مثال دیتے ہوئے کہ ائٹیا میں زمینی اصلاحات ہوئیں، کیرالہ کے علاقے میں جہاں زمینی اصلاحات کی گئی وہاں تعلیم اور دیگر شعبوں میں بہت ترقی ہوئی جبکہ بھار میں زمینی اصلاحات کے خلاف مراجحت کی گئی جس کی وجہ کروہاں کے حالات کیرالہ سے مختلف ہیں۔ اس کے علاوہ اس ضمن

میں انہوں نے سری لنکا کی مثال بھی دی۔ پشاور یونیورسٹی کے اسداللہ نے بھی کہا کہ جاگیرداروں نے جمہوریت کو سب سے زیادہ نقصان پہنچایا ہے، اس لیے بھی اسے ختم کرنا ہوگا۔ جاگیرداری ایک ذہنی روایہ بھی ہے جس سے معاشرے پر منفی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ کسانوں نے جاگیرداری کے خلاف پرزور انداز میں بات کی۔ ٹنڈو محمد خان، سندھ سے علو بھیل جو کہ مذہبی اقیت سے تعلق رکھتے ہیں اور بے زمین کسان بھی ہیں نے اپنے گاؤں اور علاقے میں جاگیرداروں کے استھانی عمل کا تفصیل سے ذکر کیا۔ یہ بتاتے ہوئے کہ وہ برسوں سے سندھ میں آباد ہیں، ہندو ہیں اور سندھ کے اصل وارثوں میں سے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ذوالعقلانی بھٹو کے دور میں ہمیں زمین دی گئی لیکن جاگیرداروں نے چکر چلا کر ان زمینوں پر قبضہ کر لیا۔ اب بھی ہمیں نہ اسکول کھولنے دیا جا رہا ہے اور نہ ہی بھلی لانے دی جا رہی ہے۔ علاقے کے جاگیردار کی طرف سے یہی دباؤ ہے کہ علاقہ ان کے نام کر دیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ زمین کی تقسیم کے ساتھ جاگیرداری نظام کا خاتمه ہونا چاہیے۔ ٹنڈو محمد خان سے پی کے ایم ٹی کی رکن سونی بھیل نے کہا کہ ”پہلے ہمیں زمین کی بٹائی کا آدھا حصہ جو ملتا تھا کچھ حد تک ہماری ضرورت پوری کرتا تھا اب جاگیرداروں نے آپس میں گھٹ جوڑ کر کے معاوضہ ایک چوتھائی کر دیا ہے۔ غربت کی وجہ سے کسان خود کشیاں کر رہے ہیں۔ ہم بھی چاہتے ہیں کہ ہمارے بچے پڑھیں غلامی نہ کریں“۔ اوکاڑہ پنجاب سے پاکستان کسان مزدور تحریک کے صوبائی کوارڈینیٹر اور انجمن مزارعین پنجاب کے ممبر ڈیوڈ رحمت نے کہا کہ جب تک جاگیرداری ختم نہیں کی جائے گی اس وقت تک نہ تو کسی بل کا فائدہ ہے نہ ہی کسی قرارداد کا نہ ہی حکومتی ایکٹ کا، کیونکہ بل تو پاس ہو جاتے ہیں لیکن حق نہیں ملتا۔ انہوں نے مثال دیتے ہوئے کہ صوبائی اسمبلی نے زمین کے حوالے سے بل تو پاس کیا اور اس کی کاپیاں ضلعی آفس پہنچ گئیں لیکن جب وہاں جائیں تو دفتری اہلکار حیلے بہانے کرتے ہیں۔ ایوانوں میں بل تو پاس ہو جاتا ہے لیکن عمل نہیں ہوتا۔ ٹینیسی ایکٹ (Tenancy Act) کی جو کتاب ہے وہ بھی سرکاری دفاتر میں موجود نہیں ہوتی۔ انجمن مزارعین کے رکن اور طالب علم بھٹی نے کہا کہ ”ہم بچپن ہی سے داروغہ شاہی کا شکار رہے ہیں۔ ہمارے علاقے میں ہماری تحریک کو ختم کرنے کے لیے ہر طرح کا دباؤ ڈالا گیا، باڑ لگا دی، فوج کے ذریعہ دباؤ ڈالا گیا لیکن ہمارے لوگوں نے اپنے حق کے لیے جانیں دی مگر ہم جھکلے نہیں۔“

مشاورت میں حکومت کی زمین تقسیم کرنے کی پالیسی بھی زیر غور آئی۔ ظاہر اللہ، جو پی کے ایم ٹی کے رکن ہیں اور چار سدہ ڈسٹرکٹ سے تعلق رکھتے ہیں نے کہا کہ زمین کھلاڑیوں، اداکاروں، فوجیوں میں تقسیم ہوئی لیکن

دیکھنے کی بات یہ ہے کہ اگر زمین تقسیم نہیں ہوئی تو کسانوں میں۔ زمین بائٹ کی حکومتی پالیسی کو شدید تقيید کا نشانہ بناتے ہوئے زہیدہ بروانی نے کہا کہ عورتوں کو جوز میں دی گئی اس میں برصغیر کی زمین بھی شامل تھی یا پھر وہ زمین دی گئی جہاں پانی موجود نہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں دیکھنا چاہیے کہ زمین کی ملکیت کس کے پاس ہے؟ عورت کا ملکیت پر اختیار ہے بھی کہ نہیں؟ حاکم گل نے اس حوالے سے کہا کہ عورتوں کو زمین کے مالکانہ حقوق ملنا ایک مشکل کام ہے۔ ڈاکٹر اشرف نے کہا کہ زمین کی تقسیم کے علاوہ حکومت کو خوراک اور تعلیم وغیرہ کی ذمہ داری بھی لینی چاہیے۔ راجن پور سے تعلق رکھنے والے محمد کامران ہدایت جو کہ ایم فل کے طالب علم بھی ہیں نے کہا کہ اگر زمین مل بھی جاتی ہے تو اس سے جڑے دیگر اور مسائل ہیں اور اگر وہ حل نہ ہوں تو زمین کا کوئی فائدہ نہیں۔

2- زمین پر قبضہ اور کارپوریٹ فارمنگ

مشاورت کے دوسرے سوال پر بھی شرکاء نے بھر پور انداز میں حصہ لیتے ہوئے کارپوریٹ فارمنگ کے خلاف موقف اختیار کیا۔ علی حسن چاندیو نے اس ضمن میں بات کرتے ہوئے کہا کہ 11 لاکھ ایکڑ پر کارپوریٹ فارمنگ ہو رہی ہے۔ قدر کے علاقہ میں کسی عرب خاندان کو بھی زمین دی گئی ہے۔ یہ زمین کسانوں کو دی جانی چاہیے اور کارپوریٹ فارمنگ کو بند کرنا چاہیے کیونکہ یہ استعماریت کی ایک نئی شکل ہے۔ صافی اکرم ناصر نے بھی نشاندہی کی کہ ہمارے سراینکی علاقے میں بھی اسی طرح دوسرے لوگوں کو زمینیں دی جا رہی ہیں۔ حکومتی سطح پر بہاو پور اور ملتان کی زمین لاہور والوں میں نیلام کی گئی۔ اس ضمن میں سندھ اور سراینکی بیلٹ کے حالات ایک جیسے ہیں۔ چولستان کی زمین خالی پڑی ہے اور لوگ باہر سے آ کر دہاں بیٹھ جاتے ہیں۔

ڈاکٹر شاہدہ وزارت نے زمین پر قبضہ اور کارپوریٹ فارمنگ کے حوالے سے علمی تحقیقی سرگرمیوں پر زور دیا۔ ان کا کہنا تھا کہ سندھ میں غربت بہت بڑھ گئی ہے اور اس کے نتیجہ میں کئی گھناؤ نے جرائم سامنے آرہے ہیں۔ ہمیں تحقیق کرنی چاہیے کہ کتنی زمین کارپوریٹ فارمنگ کی نظر ہوئی ہے؟ دیکھنا یہ بھی ہوگا کہ کیا خود کشیاں ان علاقوں میں تو زیادہ نہیں ہو رہی ہیں جن کی زمینیں کارپوریٹ فارمنگ کے لیے دی گئی ہیں۔ باہر سے جو لوگ آتے ہیں وہ مقامی لوگوں کا کیا حشر کرتے ہیں؟ ایسا نہ ہو کہ امریکہ کے قدیم باشندوں اور آسٹریلیا کے قدیم باشندے ایبوریجنز

(Aborigines) کے ساتھ جو کچھ ہوا وہ ہمارے ساتھ بھی ہو۔ زمینی اصلاحات ہونی چاہیے اور اس کے لیے کارپوریٹ فارمنگ پر گہری نظر رکھنی چاہیے۔ سوچلا سے ظہور جوئی نے کہا کہ ایسٹ انڈیا کمپنی آئی تھی اسے نکالنے میں بہت سال لگے پتہ نہیں کہ کارپوریٹ فارمنگ کے لیے آنے والوں کو نکالنے میں کتنا عرصہ لگے۔ پنجاب سے ڈیوڈ رحمت نے بھی کارپوریٹ فارمنگ کی مخالفت کی اور کہا کہ نہ ہم کارپوریٹ زراعت کو مانتے ہیں نہ فارمنگ کو۔ انہوں نے تجویز پیش کی کہ 20-25 کسانوں کا گروپ بنایا جائے اور جوز میں غیر ملکیوں کو دوی چارہ ہے وہ انہیں دے دی جائے۔ مرکزی کوارڈینیٹر پی کے ایم ٹی علی اکبر صاحب نے کہا کہ زمینیں یہ پر دینے کے بجائے کسانوں کو دوی جانی چاہیے۔ انجمن مزارعین پنجاب کے اسحاق ظفر نے بھی کہا کہ ملٹی نیشنل کمپنیوں سے زمین لے کر کسانوں میں بانٹ دی جائیں۔ پی کے ایم ٹی کے حاکم گل نے کہا کہ لیز پر زمین دینے کا جو طریقہ ہے اسے ختم ہونا چاہیے اور غیر ملکیوں سے زمین لے کر مقامی لوگوں میں تقسیم کی جانی چاہیے۔

اس ضمن میں ڈاکٹر اشرف نے کہا کہ گھوکی میں کئی ہزار ایکڑ زمین فوجیوں کو دی گئی ہیں۔ انجمن مزارعین پنجاب کے اسحاق ظفر نے کہا کہ فوج کا کام سرحدوں پر ہے ہماری زمینیوں پر نہیں۔ چولستان میں بھی زمین فوج کے قبضے میں ہیں۔ گھوکی سے تعلق رکھنے والے کاشکار اور درس و تدریس سے وابستہ سیف اللہ دھاریوں نے کہا کہ جنگلات کا وزیر خود سنده میں جنگلات پر قبضہ کر رہا۔ انہوں نے مزید کہا کہ قومی اور صوبائی ائمبلی کے اراکین خود ایسے کاموں میں ملوث ہیں۔

3۔ خوراک کی خود مختاری اور زرعی مارکیٹ معیشت

پشاور سے اسد اللہ نے جن بہت سی باتوں کے غیر واضح ہونے کی بات کی تھی اس میں خوراک کی خود مختاری بھی تھی۔ علی حسن چاندیو نے اس سلسلے میں وضاحت کے طور پر کہا کہ ”جہاں کارپوریٹ فارمنگ ہوگی وہاں خوراک کی خود مختاری کیوں کر ہوگی۔ وہ سرمایہ کاریا فرد جو زمین کا مالک بنا ہوا ہے کی مرضی ہوگی کہ وہ جہاں چاہے خوراک لے جائے“۔ ٹنڈو محمد خان سے علو بھیل نے کہا کہ اگر ہم خوراک کی خود مختاری کی بات کرتے ہیں تو یہ اسی وقت ممکن ہے جب ہمارے پاس اپنی زمین ہو، جب زمین ہی نہیں تو خوراک کی خود مختاری کیسی؟ ظہور جوئی کا کہنا تھا کہ خوراک

کے تحفظ کا مسئلہ نہیں ہے، حکومت کے گودام غلے سے بھرے ہوئے ہیں لیکن مسئلہ خوراک کا لوگوں تک رسائی کا ہے۔ ہمیں خوراک کے تحفظ کے بجائے خوراک کی خود مختاری کی بات کرنی چاہیے۔ قبل افسوس بات یہ ہے کہ اسلام آباد میں ابھی روپ پس 20 کافرنز کے حوالے سے مشاورت ہوئی اس میں سول سو سائیٰ نے خوراک کے تحفظ کی بات تو کی لیکن خوراک کی خود مختاری پر نہیں۔ علی اکبر خان نے کہا کہ ہمارے حکمران خوراک کے تحفظ کی بات کرتے ہیں، ہم خوراک کی خود مختاری کی بات کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ پنجاب اور سندھ میں چھوٹے کسان بہت مشکل میں زندگی گزار رہے ہیں۔ 70 فیصد آبادی کی حالت بہت بڑی ہے۔

زرعی مارکیٹ معیشت کے مارے سندھ کے کسان محمد اسماعیل گورچانی نے تفصیل سے سورج مکھی کی کاشت کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ 2011 کے سیالاب کے بعد تو انہوں نے سورج مکھی کا نیچ لگایا جو کہ سجنینا کمپنی کی دکان نیا سوریا سے لیا گیا تھا۔ لیکن جب پھول آیا تو پتہ چلا کہ ساری فصل خراب ہو گئی کیونکہ ایک ہی ڈنڈی پر کئی پھول تھے جو کہ سورج مکھی کے پودے میں عموماً نہیں ہوتا۔ ان پھولوں میں نیچ یا تو تھا ہی نہیں یا پھر پھرنا خراب نیچ تھا جس کی وجہ سے کسانوں کو سیالاب کے بعد دوبارہ سے بہت نقصان اٹھانا پڑا۔ شکایت مقدار حلقوں تک پہچانے کی کوشش کی لیکن کوئی شنوائی نہیں ہوئی۔ جب ایک صوبائی وزیر علاقے میں آئے تو ان سے زبردست جاکر بات کرنے کی کوشش کی، متعلقہ تمام محکمے سے نقلی نیچ کے خلاف اپیل بھی کی۔ اس موقع پر مشاورت میں موجود ایگریلکچر ڈپارٹمنٹ سے تعلق رکھنے والے ایک حکومتی افسر نے کہا کہ ”کوئی نیچ اصل یا نقلی نہیں ہوتا، فصل کے لیے زمین کی صحیح تیاری زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔“ پی کے ایم ٹی کے مرکزی کوارڈینیٹر علی اکبر نے اس بات پر کہا کہ ہم دراصل اب مارکیٹ کے رحم و کرم پر ہوتے جا رہے ہیں۔

4۔ مشاورت کے ذیلی پہلو

مشاورت کے لیے رکھے گئے سوالات کے ارد گرد جن دیگر باتوں پر تبادلہ خیال ہوا وہ مندرجہ ذیل ہیں:

- مشاورت کے دوران کچھ اہم ذیلی مسئللوں کی نشاندہی بھی کی گئی جن میں نہری پانی کی تقسیم کا مسئلہ نہایت اہم تھا۔ زبیدہ بروانی نے کہا کہ کاشت کاری کے لیے پانی اہم ضرورت ہے اور ہمیں پانی کی تقسیم کے نظام کی طرف

دیکھنا چاہیے۔ ہمیں شکایت ہے کہ سندھ کو پانی دیر سے ملتا ہے، ”ڈیڑھ مہینہ بعد پانی دیا گیا جس سے فصل کو بہت نقصان پہنچتا ہے“ سندھ میں آپاشی کے بہت سے مسائل ہیں۔ انہوں نے شناختی کی کہ انہس ڈیلٹا بہت بڑا اور زرخیز علاقہ تھا وہاں ترقیاتی منصوبوں کے نام پر جو کچھ ہوا اس سے بہت بڑا علاقہ بخرب ہو گیا۔ اب تک مختلف عوامل کے نتیجہ میں تقریباً 23 لاکھ ایکڑ زمین پانی کے اندر جا چکی ہے۔ علی حسن چاندیو نے بھی اس پہلو پر روشی ڈالتے ہوئے کہا کہ ٹھٹھے اور بدین کی زمین کو دریا کھا گیا ہے۔ انہوں نے پانی کی منصفانہ تقسیم پر زور دیتے ہوئے کہا کہ جا گیر دار بدمعاشری کرتا ہے، اپنی فصل کے لیے پانی لے لیتا ہے جس سے چھوٹے کسانوں کی فصل کو نقصان پہنچتا ہے۔ انہوں نے اس بات پر بھی زور دیا کہ دریا کا پانی سمندر میں جانا چاہیے۔ ٹنڈو جام زرعی یونیورسٹی کے طالب علم نوید اختر نے کہا کہ بدین کے علاقہ میں بہت ظلم ہو رہا ہے۔ ابھی تک وہاں سے بارش کا پانی نہیں نکلا جاسکا۔ ہم کاشت کریں تو کہاں؟ ڈی سی او سے کہا گیا کہ بارش کا پانی نکالیں لیکن اب تک اس پر کوئی کام نہیں ہوا۔

- نوین حیدر نے کہا کہ عورتوں کو بھی کسان مزدور کے طور پر تسلیم کیا جانا چاہیے کیونکہ وہ کھیتوں میں کام کرتی ہیں۔ ڈیوڈ رحمت نے بھی اس بات پر زور دیا کہ عورتوں اور نہیں اقلیتوں کے حقوق کے لیے بھی آواز اٹھانی چاہیے۔

- اکرم ناصر نے اس بات کا ذکر کیا کہ سندھ اور پنجاب کے لوگ سرائیکی بیلٹ کے مسائل کو اہمیت نہیں دیتے ہمیں مل کر کام کرنا چاہیے۔ بلچنان کے حوالے سے مصطفیٰ کمال کا کہنا تھا کہ صوبہ بلوجستان میں ایک حصہ پشتون بیلٹ کا ہے اور دوسرا بلوج بیلٹ کا دونوں علاقوں کے مسائل مختلف ہیں۔

- مشاورت میں شرکاء نے بلوجستان سے اٹھار بیجتی کا بھی اٹھار کیا۔

- پلانگ کمیشن کی ڈاکٹر صباء بٹک کا کہنا تھا کہ ہمیں کوپریٹو (co-operative) فارمنگ کی طرف دیکھنا چاہیے کیونکہ زمین و راشت میں تقسیم ہوتے ہوئے بہت چھوٹے حصوں میں رہ جاتی ہے جس کی وجہ سے کاشت کاری فائدہ مند نہیں رہی۔

- نوید اقبال نے کہا کہ ہمیں حکومت سے زرعی سینس کا مطالبه کرنا چاہیے۔

- معاذ اللہ نے کہا کہ عالمگیریت کے اثرات کا جائزہ لینا چاہئے۔

مشاورت میں کسانوں کے مسائل اور مختلف تجویز دینے کے ساتھ تحریک کو منظم کرنے کے متحرک کرنے کے لائچہ عمل پر بھی زور دیا گیا۔ علی حسن چاند یو کا کہنا تھا کہ زمینی اصلاحات کے کام میں کسانوں کی نمائندگی ہونی چاہیے، کسانوں اور ہاریوں کے ساتھ مل کر ہمیں کام کرنا ہوگا اور اصلاحات کے لیے مقتدر حلقوں پر دباؤ ڈالنا ہوگا۔ ڈاکٹر شاہدہ وزارت نے زور دیا کہ کافرنس میں لائچہ عمل بنانا چاہیے، اب کروں میں محدود رہنے کے بجائے باہر نکلنا ہوگا۔ نوین حیدر نے شاہدہ وزارت سے اتفاق کرتے ہوئے کہا کہ اب ہمیں مراحت کی بات کرنی چاہیے۔ محمد رفیق کا کہنا تھا کہ تحریک علمتی نہیں بلکہ مراحتی ہونی چاہیے۔

ہیمن ریوسس سینٹر کی رفتہ شش نے زور دے کر کہا کہ ہم یہاں کیا کر رہے ہیں؟ باہر ایک شور ہونا چاہیے، مراحت کے لیے کھڑا ہونا چاہیے۔ ملک میں ایک سے ڈیڑھ لاکھ غیر سرکاری تنظیمیں ہیں جو یہ دعویٰ کرتی ہیں کہ وہ غربیوں کے لیے کام کر رہی ہیں، انہیں بھی ساتھ کھڑا ہونا چاہیے۔ جو کوئی سوشن موبائلائزیشن کی بات کرتے ہیں انہیں ساتھ ملائیں۔ میڈیا کو ساتھ شامل کریں یا ایک چینل بنائیں کہ مسائل کو عوام کی سطح پر پہنچائیں۔ ڈیوڈ رحمت کا کہنا تھا کہ جو این جی او زدیکی آبادی میں کام کرنے کا دعویٰ کرتی ہیں وہ ہمارے ساتھ آئیں۔ ہمیں سب کے ساتھ مل کر مراحتی تحریک کی طرح کام کرنا ہوگا جب تک ایک اڑاکا تحریک کی طرح نہیں نکلیں گے مسائل حل نہیں ہوں گے۔

ایک انٹرنیشنل (Act International) کے مبشر نبی کا کہنا تھا کہ ایکسوں صدی میں تحریک کا وہ طریقہ کار نہیں ہوگا جو پہلے تھا کیونکہ یہ عالمگیریت کا دور ہے۔ میڈیا کو ساتھ ملانا ہوگا۔ پاکستان میں کرپشن اور ظلم اپنی انہا کو پہنچ چکا ہے جو کسی بھی وقت پھٹنے کو تیار ہے۔ یہ ایجنسڈ واضح کر لیں کہ آپ کیا کرنا چاہتے ہیں پھر اسی کو لے کر آگے چلیں۔ آپ کی تحریک ان لوگوں کو بچا سکتی ہے جو خود سوزی کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ آپ باہمی رضا مندی کے ساتھ آگے بڑھیں، اگر حکومت کے ساتھ بات کریں گے تو وہ سمجھوتہ ہوگا۔ دو بنیادی اسٹریک ہولڈرز یا فریقین پر توجہ دیں، میڈیا اور کسانوں سے براہ راست رابطہ کریں کیونکہ جب ”کسان جاگے گا تبھی بات ہوگی“۔ مساوات کے ایڈیٹر عامر رفیق بٹ کا کہنا تھا کہ صحافی قلم کا مزدور ہے صحافت چند ایئنکر پرسن کا نام نہیں یہ آپ لوگوں کا کام ہے کہ آپ کس طرح میڈیا کو استعمال کریں۔

صوبائی اور قومی مشاورت پر مشتمل سفارشات

جاگیرداری اور زمینی اصلاحات

- زمین پر کسان کے حق ملکیت کو تسلیم کر کے جاگیرداری نظام کا مکمل خاتمه ہونا چاہیے۔
- بے زمین کسانوں جن میں، عورتیں بھی شامل ہیں میں زمین کی منصفانہ اور مساویانہ تقسیم ہونی چاہیے۔
- زمینی اصلاحات کو وقت تقاضا کے تحت قبول کر لیا جائے اور رفتہ رفتہ ختم کیا جائے۔
- زمینی اصلاحات کے لیے ایک فریم ورک تشكیل کیا جائے جس میں کسانوں کی نمائندگی ہونی چاہیے۔
- زمین کے حدود بھی معین کی جائیں۔ سندھ میں کچھ کی زمین کی دوبارہ تقسیم کی جائے۔ بلوج بیلٹ پر جو زمین سرداروں کے پاس ہے وہ تقسیم ہونی چاہیے۔
- جو زمین لوگوں کے پاس ہیں اس کی تفصیلات ہونی چاہیے کہ وہ انہیں کیسے ملی۔ فوجیوں کو ہزاروں ایکڑ زمین دینے کا سلسلہ بند ہونا چاہیے۔
- صوبہ خیبر پختونخواہ سے ایک رائے یہ تھی کہ اگر جاگیردار زمین نہیں چھوڑے تو ایسی قانون سازی ہونی چاہیے کہ جس کے تحت جاگیردار خود زمین پر کام کرے اور وہ خود ملک کے مفاد میں پیداوار اگائیں۔ یہ بھی کہا گیا کہ جاگیردار سے زمین لی جائے اور اس کے شیئرز اس کو دیے جائیں۔
- حکومت کی طرف سے زمین کی تقسیم کو ایک خیراتی کام قرار دیا گیا۔ پنجاب سے یہ سفارش سامنے آئی کہ پنجاب میں بھی زمین بانٹنی چاہیے لیکن پٹواری کے حوالے سے زمین کی تقسیم کا کام نہ ہو۔

- زمینی اصلاحات کے لیے منظم جدو جہد کی ضرورت پر زور دیا گیا۔
- پنجاب کی مشاورت میں کہا گیا کہ اصلاحات کی بات کرنا بے مقصد ہے، اگر حق لینا ہے تو اسے چھیننا ہو گا۔ جبکہ صوبہ خیبر پختونخواہ سے جدو جہد کے خلاف ایک واضح موقف سامنے آیا۔
- جبکی مشقت (bonded labour) کا خاتمه ہونا چاہیے۔ زمین پر کام کرنے والوں کو مناسب اجرت دی جائے۔ قانون سازی کر کے کسان و ہاری کو تحفظ فراہم کیا جائے۔

زمین پر قبضہ اور کارپوریٹ فارمنگ

- زمین پر مقامی لوگوں کا حق تسلیم کیا جائے۔ کارپوریٹ فارمنگ کی اجازت نہیں ہونی چاہیے کیونکہ یہ استعماریت کی ایک نئی شکل ہے۔
- غیر ملکیوں کو کتنی زمین دی گئی، کتنے کسان و ہاری اپنی جگہ سے بے دخل ہوئے اور ان پر اس کا کیا اثر ہوا اس موضوع پر علمی تحقیقی کام سامنے آنا چاہیے۔ آگاہی کے لیے تہہی مہم کا آغاز ہو۔
- کارپوریٹ فارمنگ میں دی جانے والی زمین کسانوں کے گروپ میں تقسیم ہونی چاہیے۔
- جنگلات کو قبضہ گیروں سے چھڑا کر ان پر غریب کسانوں اور چھوٹے آباد کاروں کا حق تسلیم کیا جائے اور وہاں دوبارہ جنگلات اگانے کا سلسلہ شروع کیا جائے۔
- سندھ میں فوج اور کھلاڑیوں وغیرہ کو نیلام یا انعام کی صورت میں جو زمینیں دی جاتی ہیں اس سلسلہ کو ختم کیا جائے۔ فوجی چھاؤنیاں بھی دراصل زمین پر قبضہ کا ہی ایک عمل ہے ان سے وہ واپس لی جائیں۔ قومی اور صوبائی اسمبلی کے ممبران اور لینڈ مافیا کا زمین پر قبضہ ختم کیا جائے۔

- پورے مشاورتی سلسلے میں چند شرکاء کا یہ خیال تھا کہ ناقابل کاشت رنجبر زمین آباد کرنے کے لیے کار پوریٹ فارمنگ کو دی جائے لیکن یہ کام ہماری شراکٹ پر ہو۔

خواراک کی خود مختاری اور زرعی مارکیٹ معیشت

- خواراک کے تحفظ کے بجائے خواراک کی خود مختاری کی اصطلاح استعمال کی جائے۔
- ناقص بیج اور کمپنیوں کے بیج کو ختم کرنا چاہیے جن کی وجہ سے کسانوں کی بدحالی میں اضافہ ہو رہا ہے۔
- مائیکرو فائناں، کیڑے مارادویات، کیمیکل کھاد پر انحصار ختم کیا جائے۔ کیڑے مارادویات سے متعلق شعور بیدار کرنا چاہیے۔
- کسان کو ایسی کاشت کرنی چاہیے جو زمین کی بنیاد پر ہو۔ زمین کی کاشت میں استعمال ہونے والی دیگر چیزیں جیسا کہ بیج، کھاد، یوریا ہو یا دیسی فیصلہ کسان کا ہونا چاہیے۔ کسان مل کر کو اپریٹو (co-operative) زراعت کا رول ماؤں بنائیں اور اس کے ذریعہ کاشت کریں۔
- حکومت پاکستان فصل خرید کر کسان کو پہلے ہی پیسہ دے دے اور ان کی صحت اور تعلیم کی ذمہ داری لے۔
- غذائی اجناس درآمد کرنے کے بجائے حکومت مقامی اجناس کی خریداری میں تعاون کرے۔
- زرعی پالیسی بنانے میں ان طبقات کی نمائندگی ہو جن کو زمینی حقیقوں کا علم ہے یقیناً چھوٹے اور بے زمین کسانوں کی اس فیصلہ سازی کے مرحلے میں شرکت ہونی چاہیے۔
- پائیدار زراعت کے تصور میں بہت ابہام ہے اس پر تحقیق ہونی چاہیے اور مستند بات سامنے آنی چاہیے۔
- کسانوں کو چھوٹے قرضے دیے جائیں جن پر سود نہ ہو۔ غربت کے خاتمه کے خلاف اقدامات کیے جائیں۔

ذیلی مسائل

کسان عورت

- زمین پر کاشت کرنے والی عورت کا برابر کا حق تسلیم کیا جائے۔
- کسان عورتوں کو زمین کا حق ملکیت حاصل ہونا چاہیے۔
- عورت اور مرد دونوں کو کسان مزدور کے طور پر تسلیم کیا جائے۔ مرد کسان اپنی عورتوں کو آگے لا جائیں اور ان سے مشورہ لیا کریں۔ تبدیلی گھر سے آنی چاہیے۔
- کسان عورتوں کو تحفظ ملنا چاہیے۔ صفائی تقسیم نہیں ہونی چاہیے اور انہیں برابر کا حصہ ملنا چاہیے۔ وراشت میں عورت کا حصہ ہونا چاہیے۔
- سیاسی نمائندگی میں کسان عورتیں شامل ہوں۔ ٹپواری عورتیں اور ریونیو کے محکے میں بھی عورتوں کی موجودگی ہونی چاہیے۔

نہری پانی کی تقسیم

- پانی کی تقسیم کے نظام کو بہتر کر کے پانی کی منصفانہ تقسیم ہونی چاہیے۔ اس ضمن میں صوبوں کی شکایات دور کی جائیں۔
- انڈس ڈیلٹا کے زرخیز علاقہ پر ہونے والے ترقیاتی کاموں کو روکنا چاہیے کہ جس کی وجہ سے زرعی زمین پانی کے اندر جا رہی ہے۔ دریائی پانی کے بہاؤ میں رکاوٹ نہ ڈالی جائے اور اسے سمندر میں جانے دیا جائے۔
- بڑے ڈیم بنانے کی مخالفت کی گئی اور کہا گیا کہ کوئی بھی ایسا اقدام دریائے سندھ کے زیریں علاقوں کے لوگوں کے مشورے کے بغیر نہ کیا جائے۔

- پانی کی تقسیم منصفانہ ہو اور پانی کے بٹوارے کے لیے کسانوں کی کمیٹیاں بنائی جائیں۔ سیالاب کے جو چینل بننے ہوئے ہیں اس میں سیالاب نہ بھی ہوتے بھی صحیح پانی خارج کیا جائے۔ واٹر ہارویسٹ اسکم (Water Harvest Scheme) بننی چاہیے۔

دیگر مسائل

- طبقاتی اور مذہبی تفریق کو ختم کیا جائے۔ مذہبی اقلیت کا استعمال نہ ہو۔ انہیں بھی زمینیں دی جائیں۔

لائحہ عمل

کسانوں اور ہاریوں کو منظم کرنا ہے۔ لائحہ عمل بنانے کی پیشکش کی گئی۔ کچھ نکات بھی اس مد میں سامنے آئے:

- لوگوں کو متحرک کرنے کی ضرورت ہے۔ کسان ایک پریشر گروپ بنائیں، چلی سٹھ سے کام شروع کریں۔
- مشاورت میں یہ موقف اپنا گیا کہ جاگیرداری کو پلٹنا ہے۔ اس کے لیے منظم سوچ اور سیاسی عمل کے ذریعے عوامی مزاحمت کرنی ہے۔

- اصلاحاتی رویہ درست نہیں، سرمایہ داری نظام کو سرے سے ختم کرنا چاہیے۔
- علمی اور تحقیقی سرگرمیوں کی بنیاد پر مزاحمتی تحریک کو اختیار کیا جائے۔
- تحریک عالمتی نہیں مزاحمتی ہونی چاہیے۔

- ہر پلٹے میں بجٹ و مباحثوں کا آغاز ہونا چاہیے تاکہ وہ نمائندے سامنے آئیں جو زمین حقائق سے جڑے ہوئے ہوں۔

- کسانوں کی اپنے حقوق کے حوالے سے ڈنی تربیت ہونی چاہیے تاکہ کسان خود اپنی جدوجہد کے ذریعے آگے بڑھ سکیں۔

- مشاورت کے ساتھ آگے بڑھیں۔ جو غیر سرکاری تنظیمیں دیہی آبادی اور غربیوں کے لیے کام کرنے کا

- دعویٰ کرتی ہیں وہ آکر ہمارے ساتھ شامل ہوں۔
- انہم مزارعین، مرد، عورت، ٹاپ افوس مل کر جدوجہد کریں۔
- مختلف کسان مزدور تنظیموں کا ایک مشترکہ اجنبڑا ہو۔ جلسہ جلوس کریں، لانگ مارچ کے لیے نکلیں۔ میڈیا کو ساتھ لے کر چلنا ہوگا۔
- مختلف سیاسی جماعتوں کے ساتھ مل کر کام کرنے کی ضرورت ہے۔ سیاسی جماعتوں میں کسانوں کی نمائندگی ہونی چاہیے۔
- زراعت سے متعلق امور کو سیاسی جماعتوں کے منشور میں شامل کرائیں۔
- کسان ان لوگوں کو منتخب کریں جو ان کے مقاصد کے لیے صحیح طور سے کام کریں۔
- تبدیلی کے لیے عام آدمی کو اسمبلی تک پہنچانا ہے۔
- بلوچستان سے نمائندگی بھی ہونی چاہیے۔

صوبائی مشاورت برائے زمینی اصلاحات، خیر پختونخواہ

17 مئی، 2012

اسلام آباد میں مشاورتی اجلاس سے پہلے صوبہ خیر پختونخواہ کے عوام کے نقطہ نظر کو سمجھنے کے لیے پشاور میں 17 مئی، 2012 کو صوبائی مشاورت منعقد کی گئی۔ مشاورت کے لیے مخصوص چار سوالات کے گرد بھرپور بحث و مباحثہ ہوا۔ اس بحث کے دوران یہ بات سامنے آئی کہ صوبے میں جا گیرداری کا وہ مسئلہ نہیں جو دوسرے صوبوں میں ہے کیونکہ یہاں تاریخی طور پر جا گیرداری کے خلاف مسلسل جدوجہد ہوتی رہتی ہے۔ موجودہ صورتحال میں جا گیرداری کے خلاف مسلسل جدوجہد کی مخالفت میں بھی موقف کھل کر سامنے آیا۔

1۔ جا گیرداری اور زمینی اصلاحات

ہری پور سے پاکستان کسان مزدور تحریک کے ضلعی کوارڈینیٹر طارق محمود نے موضوع کو متعارف کرتے ہوئے کئی سوالات سامنے رکھے۔ انہوں نے کہا کہ اگر جا گیرداری نظام ہوگا تو طبقاتی نظام بڑھتا جائے گا۔ جا گیراروں کی موجودگی میں زمینی اصلاحات کیسے ہوں گے؟ یہ طبقاتی سلسہ تو آگے تک جاتا ہے اور اسیبلیوں تک پہنچتا ہے۔ نیشنل پارٹی کے مختار باچا نے کہا کہ قومی اسیبلی میں بیٹھے ہوئے لوگ بھی آپ کو زمینی اصلاحات نہیں کرنے دیں گے۔ ہمارے ہاں نظام کی ناکامی کی وجہ جا گیرداری ہے۔ ہمارا سیاسی ٹکڑا جا گیرداری سے جڑا ہوا ہے۔ جا گیردار کا اپنا ہنی رو یہ بھی ہوتا ہے۔ سندھ اور جنوبی پنجاب میں زیادہ تر جا گیرار ہی اسیبلیوں کی نمائندگی کرتے ہیں۔ خیر پختونخواہ میں سوات کے علاقے میں بڑی بڑی جا گیریں موجود ہیں، اسی طرح بلوچستان اور ڈی جی خان میں بھی ہیں لیکن وہاں جا گیرداری کا وہ ڈھانچہ نہیں ہے جو کہ سندھ اور جنوبی پنجاب میں موجود ہے، پھر بھی ہمیں اسے ختم کرنے کی پوری کوشش کرنی چاہیے۔ ابوسعید نامی کسان نے مشاورت کے مقصد کے حوالے سے سوال اٹھایا کہ اگر یہ آگئی کے لیے ہے تو بہت اچھا ہے لیکن اگر پالیسی کے لیے ہے تو پھر کیا اس ادارے تنظیم کو اتنا اختیار ہے کہ وہ اپنی بات مقتدر

حلقوں تک پہنچا سکے؟ انہوں نے کہا کہ خیبر پختونخواہ میں اتنی جاگیرداری نہیں ہے۔ خضدار کے علاقے میں بہت کم، البتہ چار سدھہ، مردان میں اور مالا کندہ کی ایک دو جگہوں پر بڑی بڑی جاگیریں ہیں۔ انہوں نے کہا کہ عام آدمی اسمبلیوں تک نہیں پہنچ سکتا تو پھر نظام کی تبدیلی مشکل امر ہے۔

نیشنل پارٹی کے محمد نذری نے کہا کہ جاگیرداری کے خاتمه سے سرمایہ داری کا راستہ ہموار ہوتا ہے۔ برطانیہ میں بڑی زمینیں چرچ کے پاس تھیں، لوگوں نے بغاوت کی اور جدو جہد کر کے زمین حاصل کی۔ پاکستان کس لیے بننا ہے؟ آیا یہ فلاجی ریاست ہے یا اسلامی؟ ہمارے علاقے میں اگر چہ جاگیرداری نہیں ہے لیکن اس کے اثرات ہماری ملکی سیاست اور معیشت پر ہیں۔ سوات، دری، مردان اور ہشت گنڈر میں اب بھی خان بہادر اور نواب ہیں۔ نہرو نے آزادی کے وقت دو کام کیے آزادی کی مبارک باد دی اور ساتھ ہی زمینی اصلاحات کا اعلان کیا۔ پاکستان میں منظم سیاسی تحریک کی ضرورت ہے۔ زرعی یونیورسٹی کے عامر خان نے کہا کہ جاگیرداری نظام و راثت در و راثت چلا آ رہا ہے تو اب اس کو کس طرح ختم کیا جاسکتا ہے؟ سندھ میں جتوئی وغیرہ کے پاس بڑی بڑی جاگیریں ہیں، صوابی وغیرہ میں ایسا جاگیرداری نظام نہیں ہے جیسا کہ سندھ، پنجاب میں ہے کیونکہ یہاں کے لوگوں نے جدو جہد کی۔ یہ سوچنے کی ضرورت ہے کہ جاگیرداری خیبر پختونخواہ میں کیوں ناکام ہوئی؟

سہارا فاؤنڈیشن کے محمد رفیق نے زمین کی تقسیم کے عمل میں پر امن طریقہ یا مسلح جدو جہد کے موضوع پر بات کرتے ہوئے کہا کہ ہندوستان اور بگلہ دلیش میں جوز میںی اصلاحات ہوئیں وہ پر امن طریقہ سے ہوئیں وہاں کوئی مسلح تحریک نہیں اٹھی۔ پشاور یونیورسٹی کے اسداللہ اسلامی نے جاگیرداروں اور جاگیرداری پر تقدیم کرتے ہوئے کہا کہ اس کی وجہ سے سیاسی استحصال ہو رہا ہے۔ جاگیردار ہی کسی قسم کی زمینی اصلاحات کی راہ میں حائل ہیں۔ ہمیں ممکنہ حل کی طرف دیکھنا چاہیے، لوگوں کو زمین کا حق ملکیت مانا چاہیے۔ ہمیں اس کے بارے میں شعور بیدار کرنے کی ضرورت ہے لیکن تشدد کا راستہ اختیار نہیں کرنا چاہیے۔ سیپ پاکستان سے اللہ نور کا کہنا تھا کہ پر تشدد تحریک کا ہونا ضروری ہے۔ انہوں نے کسان کی تحفظ کی بھی بات کی۔ ان کا کہنا تھا کہ حکومت کی طرف سے کسان کی زمین کا بیسہ ہونا بھی ضروری ہے۔ اپنے ادارے کے حوالے سے انہوں نے کہا کہ پچھلے پانچ سالوں میں ہم نے 10 اضلاع میں کسانوں کے حقوق کے حوالے سے بات کی تاہم اصلاحات کے حوالے سے بات نہیں کی۔ ہوٹل پرچر (Horticulture) ڈیپارٹمنٹ کے نمائندے نے زمینی اصلاحات کے حوالے سے بات کرتے ہوئے کہا کہ اصلاحات

ہونی چاہیے۔ اگرچہ ہمارے علاقے میں بڑے جاگیردار نہیں ہیں لیکن سوات میں ہیں۔ بات صرف زمین کی ہی نہیں، کسان کے ساتھ مارکیٹ میں بھی ظلم ہو رہا ہے، نجی میں، ترضہ دینے میں اس کے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے۔ کوئی نظام نہیں ہے، ہر جگہ اسے مار پڑ رہی ہے کوئی ایسا شعبہ نہیں جو ہاری کی مدد کر سکے۔ کسی کے خلاف بندوق اٹھانے سے مسئلہ حل نہیں ہوگا۔ وہ صدیوں سے اس زمین پر بیٹھا ہے خون خراب کے بغیر اسے نہیں دے گا۔ ایسی منصوبہ بندی ہوئی چاہیے کہ کسان قانون کے مطابق اور ملکی ضرورت کے مطابق پیدوار کرے اور سب لوگوں کو ان کی ضرورت کے مطابق حصہ ملے۔ پشاور یونیورسٹی کے طالب علم اسفنڈ یار نے کہا کہ ہم مسلح جدوجہد کی حمایت نہیں کریں گے۔ زمین کی تقسیم کے حوالے سے ہمیں مثالی (ideal) صورتحال کو نہیں دیکھنا چاہیے بلکہ ابتداء میں صوبائی سطح سے زمین لے کر سلسہ وار کسانوں میں تقسیم کی جائے۔

سنده سے راجا مجیب نے کہا کہ حکومت تو زمین دے رہی ہے لیکن بالکل ایسے جیسے خیرات میں دی جا رہی ہو۔ سنده میں حکومت کے پاس جوز میں ہے وہ اس نے کسانوں کو دی ہے۔ تھوڑی سی زمین دی جا رہی ہے جس میں عورتوں کو دی جانے والی زمین کی تعداد زیادہ ہے لیکن یہ غربیوں تک نہیں پہنچ رہی۔ طریقہ کار ایسے اپنانے جاتے ہیں کہ گھوم پھر کر زمین جاگیردار کے پاس ہی چل جاتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ اچھی بات ہے کہ ہم جاگیرداری کے خلاف بات کر رہے ہیں۔ ہمیں جاگیرداری نظام کے خاتمه کے حوالے سے ابھی سے واضح ہونا چاہیے کہ ان سے زمین لے لی جائے یا اصلاحات ہوں؟ اس کا تعین بھی ہمیں ابھی کرنا چاہیے کہ زمینی اصلاحات فرد کے اعتبار سے ہو یا خاندان کے اعتبار سے۔ مختار باچانے اس بات پر زور دیا کہ کسانوں کی ہمت بڑھانی چاہیے تاکہ وہ جاگیردار کے استھصال کے خلاف مقابلہ کر سکیں۔ یہ گندگی اس نجی پر پہنچ چکی ہے کہ یہ ملک تباہی کی جانب بڑھ رہا ہے اور یہ صرف جاگیرداری کی وجہ سے ہے۔ تشدد کا جواب دینا اور توڑ کرنا ضروری ہے۔ جہاں پر جاگیردار ہے وہاں مسلح جدوجہد کے بغیر جاگیرداری ختم نہیں ہو سکتی۔ ہشت نگر میں جاگیردار کے خلاف مسلسل جدوجہد ہوئی پھر ہی حق مل سکا۔ دنیا نے میں کوئی ایسا تجربہ نہیں دیکھا جہاں بغیر مزاحمت کے کسانوں کو ان کا حق ملا ہو۔ زمینی اصلاحات کا نعرہ اس صورت میں لگایا جائے جس سے اس کا خاتمه ہو۔ اگر 20-25 سال پہلے اس پر بات کرتے تو اچھا تھا لیکن اب صورتحال مختلف ہے، اب صورت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ 3-2 سال میں ملک ختم ہو سکتا ہے۔ جاگیرداری کی کوئی حمایت نہیں کرنا یہ سب مفادات کی جنگ ہے۔

دیر سے سماجی کارکن اور کسان اور نگزیب کا کہنا تھا کہ زمین اصلاحات دو طرح سے کی جاتی ہیں، ایک زمین کی تقسیم سے اور دوسرے ٹیننسی ایکٹ (Tenancy Act) یعنی مزارعوں رہاریوں کے لیے اصلاحات کے ذریعے، ہمیں ان پر نظر رکھنا ہے۔ جاگیردار شریعت کو رٹ کا سہارا لے رہے ہیں۔ معلوم کرنا چاہیے کہ جن کے پاس جو بھی زمین ہے وہ قانونی ہے یا غیر قانونی یعنی آیا وہ ذاتی ہے یا تخفہ میں دی گئی ہے یا کسی اور طریقہ سے حاصل کی گئی ہے۔ مختار باچانے کہا کہ یونیورسٹی میں تعلیم کے دوران ان کے استاد نے اسلام کے حوالے سے جاگیرداری کے بارے میں سوال کے جواب میں بتایا تھا کہ اسلام میں اگر ایک فرد تین سال تک خود اپنے لیے زمین کاشت نہیں کرتا تو زمین پر اس کی ملکیت ختم ہو جاتی ہے۔ بھٹو کے دور میں لوگوں کو زمینیں دی گئیں، ضیاء کے دور میں شریعت کے حوالے سے زمین والپس لے لی گئی ایسا کیوں ہوا؟ ٹیننسی ایکٹ کے حوالے سے محمد رفیق کا سوال تھا کہ اسٹیشن کو یعنی جہاں حالات بدل نہ رہے ہوں تو کیا لوگ سیاسی و معاشری طور پر خوشحال ہو سکتے ہیں؟ (status quo)

2- زمین پر قبضہ اور کارپوریٹ فارمنگ

ابو سعید جو ایک کسان ہیں نے کہا کہ کارپوریٹ فارمنگ اور زمینی اصلاحات پالیسی سازی کا مسئلہ ہے۔ زرعی یونیورسٹی کے عامر خان کا کہنا تھا کہ سب سے پہلے ہمیں کارپوریٹ فارمنگ سے چھکارہ حاصل کرنا ہوگا۔ لوگوں کو پہنچ بھی نہیں ہے کہ کارپوریٹ فارمنگ کیا ہوتی ہے؟ جب زمین ہی ہمارے پاس نہیں ہوگی تو زمینی اصلاحات کہاں ہوں گے۔ محمد رفیق نے خیر پختونخواہ میں زمین غیر ملکیوں کو دینے کے حوالے سے سوال کے جواب میں بتایا کہ چھ مہینے پہلے کسی اخبار میں خبر تھی کہ بنوں میں خیر پختونخواہ کی حکومت کی جانب سے چین کو زمین دینے کی کوشش ہو رہی ہے۔ اسفند یار نے کہا کہ کارپوریٹ فارمنگ ہونی چاہیے لیکن ہماری شرائط پر، مثال کے طور پر ناقابل کاشت خبر زمین ان لوگوں کو آباد کرنے کے لیے دینی چاہیے کیونکہ ان کے پاس وسائل ہیں، ہم انہیں قابل کر سکتے ہیں کہ وہ اس زمین پر کاشت کریں۔

عامر خان نے کہا کہ اگر ہماری زمین جرنیل اور جاگیرداروں کے پاس ہے تو پھر ہمیں ان سے چھکارہ حاصل کرنے کے لیے بھی سوچنا ہوگا۔ محمد نذری نے کہا کہ سنده میں اور دیگر علاقوں میں لاکھوں ایکڑ زمین فوجیوں کو

دی گئی ہیں اس کو منسون کرنا چاہیے۔ نئی سیاسی جماعت مستقبل پاکستان کے نمائندے عامر نے کہا کہ تبدیلی کے لیے آسمبیوں تک پہنچنا ہوگا۔

3۔ خوراک کی خود اختاری اور زرعی مارکیٹ معیشت

پشاور یونیورسٹی کے اسد اللہ نے کہا کاشت کار ایک ایکٹر ارضی پر کیا اگائے، کھاد وغیرہ ڈالنے کے بعد اس کی بچت نہیں ہوتی، وہ تو وہی چیز دیکھے گا جس میں اسے فائدہ ہو۔ ان کا کہنا تھا کہ گلوبالائزیشن لوگوں کے استھصال کا ایک ذریعہ ہے۔ محمد رفیق نے کہا کہ پاکستان وہ خوش قسمت ملک ہے جس کے پاس 20 میلین ایکٹر سے زیادہ زرعی زمین ہے، اس کے پاس دنیا کا بڑا نہری نظام ہے لیکن افسوسناک بات یہ ہے کہ بھوک کے اعداد و شمار (Hunger Index) میں اس کا نمبر چھٹا ہے۔ سیپ پاکستان کے اللہ نور کا کہنا تھا کہ ہمیں سندھ اور پنجاب کے کسانوں کے ساتھ کام کے حوالے سے جو تجربہ ہوا ہے وہ یہ ہے کہ وہ پورا سال کام کرتے ہیں اور آخر میں انہیں اپنے کام کا منصافانہ اور جائز حصہ نہیں ملتا۔ کسان سالوں سے محنت کر رہے ہیں لیکن ان کے حالات نہیں بدلتے، ان سے متعلق طریقہ کار بدلنا ہوگا۔ کسان کو ایسی کاشت کرنی چاہیے جو زمین کی بنیاد پر ہو جس چیز کے لیے زمین سازگار ہو وہی کاشت کی جائے اور فیصلہ سازی کا حق کسانوں کے ہاتھ میں ہو۔ 70 فیصد کسان جس چیز کے حق میں ہوں وہی ہونا چاہیے۔ زمین کی کاشت میں استعمال ہونے والی دیگر چیزیں مثلًا ٹیک، کھاد، یوریا ہو یا دلیسی، فیصلہ کسان کا ہونا چاہیے۔

اسفندیار نے کہا کہ پائیدار زراعت واضح نہیں ہے۔ اس پر ریتریج ہونی چاہیے اور مستند بات سامنے آنی چاہیے۔ محمد رفیق کا کہنا تھا کہ خوراک کو منڈی سے جوڑ دیا گیا ہے۔ جب لوگ بھوکے ہوں تو کیا زمین پر خوراک کی بجائے کچھ اور اگایا جائے؟ کیا زراعت سے صرف مارکیٹ سے پیسہ کمایا جائے جبکہ خوراک انسان کی بنیادی ضرورت ہے۔

4۔ مشاورت کے ذیلی پہلو

مشاورت کے لیے رکھے گئے سوالات کے ارد گرد جن دیگر باتوں پر تبادلہ خیال ہوا وہ مندرجہ ذیل ہیں:

- نیشنل پارٹی کے رکن محمد نذری جو کہ ہشت گل تحریک سے بھی وابستہ رہے تھے نے نہری پانی کے حوالے سے یہ شکایت کی کہ ہم نے پنجاب اور سندھ کو پانی دیا جس کی وجہ سے سندھ اور پنجاب زرخیز ہیں لیکن ہمیں پانی کا حق نہیں دیا گیا، کیا ہم اس پانی کے مالک نہیں ہیں؟

- جس سی ڈی ایس کی حمیدہ نے عورتوں کے حقوق کے حوالے سے بات کی اور کہا کہ اگر کسان زمین سے جڑا ہے تو اسی طرح عورت بھی زمین سے جڑی ہے۔ نجیر پختونخواہ میں کسان کو جو مسائل درپیش ہیں ان پر اپنے گھروں میں جا کر بات چیت کرنی چاہیے۔ انہوں نے مزید کہا کہ میرے خیال میں دیہاتی عورتیں شہری عورتوں کے مقابلے میں زیادہ طاقتور اور بہادر ہیں۔ مذہب کے حوالے سے ان کو ان کا حق ملنا چاہیے۔ راجا مجیب نے اس ضمن میں کہا کہ عورتوں کے حقوق کے حوالے سے اسلام میں ان کا جو حق ہے وہ انہیں نہیں دیا جاتا۔ ہم پورے مسلمان نہیں رہے ہیں، کہیں پھنس کر رہ گئے ہیں۔

- محمد رفیق نے سیالاب کے حوالے سے بات کی کہ سندھ اور پنجاب میں بڑے پیالے پر سیالاب کی تباہی کے بعد زمین کی نشاندہی ختم ہو گئی ہے۔ زمیندار کے پاس تو اس کے کاغذات تھے اور وہ زمین پٹواری سے حاصل کر سکتا ہے جبکہ کسان کے پاس زمین کے کاغذات ہی موجود نہیں۔ سیالاب کے بعد اس زمین کا تعین ہی مشکل ہو گیا۔

5۔ لائچے عمل

جاگیرداری کے خاتمه کے لیے پرتشدد جدوجہد پر افہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ ڈاکٹر عذر را کا رد عمل یہ تھا کہ تشدد آمیز جدوجہد اگر منظم فیصلہ سازی کے ساتھ نہ کی جائے تو سوائے لوگوں کے خون بہنے کے کچھ نہیں ہو گا۔ پاکستان کسان مزدور تحریک سو فیصد اس بات پر یقین رکھتی ہے کہ منظم سوچ اور سیاسی عمل کے ذریعے اس عمل کو آگے بڑھایا

جائے۔ مزاحمت ہی کے ذریعہ صورتحال کو پہننا ہے۔ پی کے ایم ٹی اپنے آپ کو منظم کرے اور جہاں جہاں تحریک منظم ہے وہاں جدوجہد کے لیے اٹھ کھڑے ہونے کی کوشش کرے۔ بغیر سوچے سمجھے، کوئی عمل دیرپا نہیں ہوتا۔ زمینی خاقانی کی بنیاد پر آپ اپنی جگہ کا آغاز کریں۔ اس حقیقت اور سیاست کو سمجھتے ہوئے آپ اس عمل کو آگے بڑھائیں اور فیصلہ سازی کی طرف آگے بڑھیں۔ ہمارا ایک نفرہ ہے 'occupy all places' (تمام جگہوں پر قبضہ)، جو بھی جگہ ملے اسے قبضے میں لو۔

محمد نذری نے کہا کہ منظم سیاسی تحریک کی ضرورت ہے جبکہ اورنگ زیب کا کہنا تھا کہ جاگیرداری کے حوالے سے قانون سازی اکثریت کی رائے سے ہونی چاہیے۔ پارلیمنٹ ہماری نہیں جب تک عام آدمی اسمبلی تک نہیں پہنچا گا کچھ نہیں ہوگا۔

صوبائی مشاورت برائے زمینی اصلاحات، پنجاب

15 مئی، 2012

لاہور کی مشاورت کے دوران پی کے ایم ٹی نے زمینی اصلاحات کے بجائے زمین کی مساویانہ اور منصفانہ تقسیم کا موقف اختیار کیا۔ اس مشاورت میں عورتوں کے حقوق پر بھی سیر حاصل گفتگو ہوئی۔ مشاورت کے لیے مخصوص چار سوالات کے گرد مندرجہ ذیل بحث و مباحثہ ہوا۔

1۔ جاگیرداری اور زمینی اصلاحات

ڈاکٹر روبینہ سہگل نے ڈاکٹر مبارک علی (جو بیماری کے باعث مشاورت میں شریک نہیں ہو سکے) کی رائے پیش کی کہ وہ زمینی اصلاحات کی اصلاح سے متعلق نہیں ہیں کیونکہ اصلاحاتی روایہ کی وجہ سے پرانا نظام ٹھوڑی بہت تبدیلیوں کے ساتھ ویسے ہی چلتا رہتا ہے اور یہ چیز موجودہ نظام کو مزید مستحکم کرنی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پاکستان میں پہلے جو بھی زمینی اصلاحات ہوئیں ان سے جاگیرداری نظام پر کوئی فرق نہیں پڑا۔ ہمیں جاگیرداری نظام کو سرے سے ہی ختم کرنے کی بات کرنی چاہیے۔ اس ضمن میں انہوں نے انقلاب فرانس کی مثال بھی دی جہاں انقلاب کے نتیجہ میں بادشاہت اور جاگیرداری ختم کی گئی۔ اسی طرح جرمنی، کوریا اور جاپان میں بھی جاگیرداری ختم کر کے لوگوں میں زمینیں بانٹی گئیں۔ ڈاکٹر مبارک علی نے لوگوں کو متحرک کرنے کی ضرورت پر زور دیا اور کہا کہ کسان تحریک کو دباؤ ڈالنے کے لیے ایک مضبوط گروہ بننا چاہیے۔ سب سے اہم ضرورت یہ ہے کہ سیاسی جماعتوں کے منشور میں زمین کی مساویانہ اور منصفانہ تقسیم کو شامل کیا جائے۔ آل پاکستان ٹریڈ یونین فیڈریشن کی جزو سیکریٹری روبینہ جیل نے ڈاکٹر مبارک علی کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے کہ ہمارا مقصد ملک سے جاگیرداری کا خاتمہ ہے اور اس کے لیے ہم سب کوں کر جدو جہد کرنی ہوگی۔ آج سے میں سال قبل مزدور تحریک کسانوں کے ساتھ جڑی ہوئی تھی۔ آمریت کے ادوار میں ہمیں ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ مزدور کی حیثیت کسان وہاری سے الگ رکھی گئی۔ انہوں نے کہا کہ انڈیا میں کو اپر یٹو

لکھتے تھے میں سال پہلے شروع ہو چکا ہے۔

بھاولپور سے تعلق رکھنے والے سماجی کارکن اور صحافی اکرم ناصر کی رائے تھی کہ زمینی اصلاحات کا ہونا وقت تقاضا کے تحت ضروری ہے۔ زمینی اصلاحات پر عمل نہ ہونے کی وجہ سے مشکلات پیدا ہوئیں۔ بڑے بڑے جاگیردار آہستہ آہستہ تھی بڑی زمینیوں کے مالک بننے اور اب ہمارے لیے وہاب جان بن چکے ہیں۔ جاگیرداروں کو گرانے کے لیے کسانوں اور مزدوروں کو منظم کرنے کی ضرورت ہے، تمام اسٹیک ہولڈرز کو اس میں شامل کرنے کی ضرورت ہے اور ان کی تربیت کی بھی ضرورت ہے۔ مظفر گڑھ کے سیاسی و سماجی کارکن اعجاز صاحب کا کہنا تھا کہ زمینی اصلاحات کے بارے میں اب ہمارے پاس معلومات ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ایک پلیٹ فارم بنائیں اور لاحق عمل تشكیل دیں اور معاشرہ کے تمام دوسرے طبقات کو شامل کر کے ٹھنڈھ سے کام کا آغاز کریں۔ اثر (ASR) کے ساجد بلوچ کا کہنا تھا کہ پچھلے ادوار میں جتنی زمینی اصلاحات ہوئیں وہ دراصل رد اصلاحات تھیں۔ چاروں صوبوں میں موجود زمینیوں کے علاوہ جاگیرداروں کے پاس جو بڑی بڑی زمینیں ہیں وہ تقسیم ہونی چاہیے۔ زمینی اصلاحات کا طریقہ کارکیا ہوگا اس پر بات کرنے کی ضرورت ہے اور ایک ماذل بنانا ہوگا۔

پیپلز پارٹی کی رکن صوبائی اسمبلی ساجدہ میر نے زمین کی تقسیم کے حوالے سے کہا کہ اسمبلی کے اجلاس میں انھوں نے یہ سوال کیا تھا کہ ایک بڑی زرعی زمین جو بیکار پڑی ہے کیا حکومت اسے وہاں کے کسانوں اور زمینداروں میں تقسیم کا ارادہ رکھتی ہے؟ اور ساتھ ہی یہ تجویز بھی دی کہ وہاں کے کھیت مزدوروں کو 12 ایکڑ فی خاندان زمین دی جائے۔ حکومت نے جواب میں بتایا کہ پنجاب میں ایک کروڑ ایکڑ زرعی اراضی بیکار پڑی ہے جو کہ سرگودھا، خانیوال، مظفر گڑھ، بھاولپور، رحیم یار خان، میانوالی اور لاہور کے کچھ علاقوں میں ہے لیکن ان جگہوں پر لینڈ مافیا نے قبضہ کیا ہوا ہے اور انہی کالوینیاں بنائی ہوئی ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ حکومت نے ان کی تجویز پر غور کرتے ہوئے کہا کہ زمین عورتوں کو دی جائے۔ لیکن اس کے لیے جو پالیسی بنی اس میں پٹواری لکھر چھا گیا کیونکہ پٹواری اور ڈی سی او کا گھٹ جوڑ ہے۔ عورتوں کو زمین دینے کے لیے گریجویشن کے شرط رکھی گئی جو کہ ایک ناجائز اور غیر حقیقت پسندانہ شرط تھی۔ حکومت نے مختلف ڈسٹرکٹ میں زمینیں دیں لیکن یہ پتہ نہیں کہتنی عورتوں کو زمین ملی۔ بلاشبہ پٹواریوں نے ان زمینیوں کا اپنے کامنڈات میں بھی اندر اراج کیا ہو گا لیکن یہ پتہ نہیں کہتنی عورتوں کو زمین ملی۔ حکومت اگر 12 ایکڑ زمین فی خاندان نہیں دے سکتی تو 6 ایکڑ ہی دے دے۔ سندھ میں زمین دی گئی لیکن پنجاب میں ایسا نہیں ہوا۔

انجمن مزارعین کی عقیلہ ناز نے زرعی زمین چھیننے کی بات کی۔ انہوں نے کہا کہ ٹھیکینسی ایکٹ جوں کا توں پڑا ہوا ہے، اس میں مزارعہ اور زمیندار کے تعلق کو واضح کرنے کی بات کی گئی ہے۔ آپ پہلے تعلق کو واضح کرنے کی بات کریں گے تو دوسرے مرحلے میں اصلاحات کی بات ہوگی۔ ہمارے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ اس عمل کو پورا کریں۔ 1972 کی اصلاحات کے بعد یہ ہوا کہ زمینداروں نے زمینیں آپس میں بانٹ لیں۔ زمینی اصلاحات کی بات پر اسلام کے ٹھیکیدار یہ بات کریں گے کہ یہ غیر اسلامی ہے۔ اصلاحات کی بات اس وقت کرنا بے مقصد ہے، ہمیں پتہ ہے کہ اگر حق لینا ہے تو اسے چھیننا ہوگا۔ ہم عملی طور سے اس سے گزرے ہیں۔ حق چھیننے کی جو بات کی گئی اس کا عملی مظاہرہ ابھی ہوا ہے۔ میاری میں کوٹ محمود آباد میں 450 ایکٹر پر 1972 سے جاگیر دار کا قبضہ تھا، کسانوں نے اسے چھین لیا اس کے لیے جاگیر دار نے عدالت میں جو مقدمہ دائر کیا تھا وہ بھی خارج ہو چکا ہے اور وہ زمین اب ہاریوں کے قبضے میں ہے۔ انہوں نے زور دیا کہ ہمیں ایک ہی موقف اختیار کرنا ہوگا۔ زمینی اصلاحات کی بات کریں یا پھر زمین چھیننے کی۔ ہم مل کر کوئی مشترکہ ایجاد کیوں نہیں اختیار کر سکتے۔ پی کے ایم ٹی الگ بات کر رہی ہے، مزارعین الگ، ہاری الگ اور انجمن مزارعین الگ، ہمیں ایک مضبوط اور مستحکم پالیسی بنانی ہوگی کیونکہ یہ شیر کے منہ سے نوالہ چھیننے کی بات ہے۔ انجمن مزارعین پنجاب کے بانی ممبر ڈاکٹر کرسٹوفر جان نے کہا کہ زمین اصلاحات کے حوالے سے ہر جگہ انہیں نظر آتا ہے۔ مشرف دور میں ڈی سی او سے لے کر گورنر تک ہر ایک سے مذاکرات کیے گئے۔ نواز شریف نے بھی ہم سے وعدے کیے، بے نظیر نے اپنے ایجادے میں مزارعوں کی بات رکھی، ہم نے آمریت کا بھی مقابلہ کیا، پنجاب میں حال ہی میں جو بل پاس ہوا ہے اس میں بھی ہمارے لیے حق کی کوئی بات نہیں ہے۔ جاگیر داروں کو تحفظ دیا جا رہا ہے کسی غریب بندے کو کوئی زمین نہیں دی گئی۔ ہمیں متحد ہونا ہوگا اور سرکاری زمینوں پر قبضہ کرنا ہوگا۔

2۔ زمین پر قبضہ اور کارپوریٹ فارمنگ

مغلفرگڑھ کے اعجاز صاحب نے سرائیکی خطہ کے نظر انداز ہونے کی بات کی۔ سندھ اور سرائیکی علاقوں سے زمین لے کر غیر مقامی لوگوں کو دی گئی ہے، جس سے سماجی، معاشی اور سیاسی مسائل پیدا ہوئے ہیں۔ ایک طرح سے یہاں

کے مقامی لوگوں کو دوسرے درجہ کا شہری بنا دیا گیا یہ سلسلہ مغل دور سے چلا آ رہا ہے۔ عقیلہ ناز نے زمین غیر ملکیوں کو دینے کی سختی سے مخالفت کی اور کہا کہ یہ جو بات کی جاتی ہے کہ غیر ملکیوں کو زمین دی جائے انہیں اندازہ ہی نہیں کہ رجم یار خان میں یہ غیر ملکی کیا کھلواڑ کر رہے ہیں۔ ظہور جوئیہ نے کہا کہ ہمارے ہاں زمین پر قبضہ اور کارپوریٹ فارمنگ عرب ممالک کر رہے ہیں۔ انہیں مسلمان ہونے کے ناطے بڑی بڑی جاگیریں دی جا رہی ہیں۔ وہ لوگ گھاس اگا رہے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ ان کے جانوروں کے لیے چارہ ہے۔ ہماری حکومیں ان کو سہولیات بھی فراہم کر رہی ہیں۔ پانی جس کا پاکستان میں بہت بڑا مسئلہ ہے، انہیں فراہم کیا جا رہا ہے اور حفاظت کے لیے رکھا لے بھی دیے جا رہے ہیں۔ پی کے ایم ٹی زمین پر قبضہ اور کارپوریٹ فارمنگ کی مخالف ہے، وہ صحیح ہے کہ ایسا نہیں ہونا چاہیے۔ ہماری جدوجہد کا رخ یہ ہو کہ ہم ایسے پروگراموں کو ناکام بنا دیں۔ ہمارے ہاں کے دانشور بھی مجرم ہیں کہ وہ ان مسائل کی طرف اشارہ نہیں کر رہے۔ ایسا نہ ہو کہ ان کمپنیوں کو بھگانے میں ہمیں کئی اور نسلیں لگ جائیں۔

رکن پنجاب اسمبلی ساجدہ میر کا کارپوریٹ فارمنگ کے ضمن میں ان کا کہنا تھا کہ یہ ہونی چاہیے لیکن اسے طریقہ سے ہونا چاہیے۔ تمام اسٹیک ہولڈرز کے ساتھ مشاورت کرنے سے اس کے نتیجے نکل سکتے ہیں۔ روزنامہ قیادت چولستان کے نمائندہ ڈاکٹر عبد الکریم نے بھی کہا کہ باہر سے آنے والوں کو آنے دیں اور ان کے ساتھ مل کر کام کریں لیکن یہ خیال رکھیں کہ وہ آقا نہ بن جائیں۔ کمیونٹ مزدور کسان پارٹی (CMKP) کے کامریڈ عرفان علی نے ایک غریبوں کی آبادی ذکر کیا۔ جن کے پاس 1954 سے زمین کی رجسٹری ہے۔ ایل ڈی اے نے اب اسے غیر قانونی قرار دیتے ہوئے علاقہ خالی کرنے کا کہا ہے، وہاں آشیانہ اسکیم شروع کی جا رہی ہے۔ اس چھوٹی سی میسی ہی آبادی کا آدھار قبہ مسما کر دیا گیا ہے، غریبوں کی اس بستی کو گرا کر کونسا عوامی مفاد میں کام کیا جا رہا ہے؟ مشاورت میں یہ بھی کہا گیا کہ یہ قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلی کے اراکین ہیں جنہوں نے زمین پر قبضہ کیا ہوا ہے۔

3۔ خوراک کی خود مختاری اور زرعی مارکیٹ معیشت

خواتین ولیفیر کنسل کے ڈائریکٹر ریاض احمد بھٹی نے بتایا کہ ان کا ادارہ 1999 سے عورتوں اور چھوٹے کسانوں کے لیے کام کرتا آ رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر آج سے چالیس سال پہلے کی بات کریں تو اس وقت بینک والے قرضہ

دینے کے لیے خود آتے تو انہیں منع کر دیا جاتا تھا، مگر اب مائیکرو فناں والے آتے ہیں تو کسان بھاگ کر کھاد کے لیے قرضہ لیتے ہیں۔ ہمارے بزرگوں کے دور میں جب کھاد اور اپرے کا وجود نہیں تھا تب بہترین فصل حاصل ہوتی تھی وہ صرف ہل چلاتے تھے اور پانی ڈالتے تھے۔ یہ بات ملٹی نیشنل کمپنیوں کو پسند نہ آئی اور انہوں نے ایک مختلف طریقے کے ذریعہ حشرات کو ختم کرنے کے لیے زہر پاشی کی۔ اب صورتحال یہ ہے کہ یوریا فاسفیٹ کسان نہ ڈالے تو فصل نہیں ملتی۔ ہمارے کسان اب ملٹی نیشنل کمپنیوں کے غلام بن چکے ہیں۔ وہ اب صرف سودا دا کرنے کے لیے محنت کر رہے ہیں۔ خوشحالی بینک کا ہر چھوٹا کسان پچاس سے ساٹھ ہزار کا مقروظ ہے، اب اس کا پورا خاندان صرف قرضہ اتارنے میں لگا ہوا ہے۔ ڈاکٹر عبد الکریم نے کہا کہ آج زمیندار، زمیندار نہیں بلکہ قرضدار ہے۔ ڈیکٹر گھر پر کھڑا ہے لیکن گائے نہیں ہے جس سے وہ دودھ کی ہی ضرورت پوری کر لیتے تھے۔ انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ جس علاقے کا مسئلہ ہوا سے وہاں کے لوگوں کے مدد سے ہی حل کیا جائے۔

روبینہ بھیل نے نشانہ ہی کی کہ ڈنی ملکیت کے معابدے (TRIPs) کے ذریعہ لوگوں کو اس کا پابند کر دیا گیا ہے کہ وہ نہ مقامی کھاد استعمال کریں نہ ہی دلیسی بیج استعمال کریں۔ اس کے ذریعہ دنیا میں زراعت کو تباہ کیا گیا۔ اب دنیا دوبارہ دلیسی طریقہ زراعت پر واپس جا رہی ہے۔ سیرغ کی نیلم حسین نے کیڑے مار ادویات کے استعمال سے متعلق شعور پیدا کرنے کی بات کی۔ ساجدہ میر نے کہا کہ کسانوں کو حالات سے باخبر ہونا چاہیے، ان کی سوچ سیکورٹی اور انسورنس ہونی چاہیے اور قرضے بھی دیے جانے چاہیں۔ اس پر ظہور جوئی نے زور دیا کہ ہمیں خواراک کے تحفظ کی بات نہیں کرنی چاہیے بلکہ خواراک کی خود مختاری کی بات کرنی چاہیے۔

ریاض احمد بھٹی نے مقامی چھوٹے کسانوں کی کو اپریٹو بنانے کی بات کی۔ انہوں نے کہا کہ کسان مل کر اپنی اپنی کو اپریٹو بنائیں، باسیوں گیس پلانٹ، ٹیوب ویل لگائیں جس سے پانی مفت میں ملے گا۔ کسان اپنی پیداوار کی حفاظت کریں۔ انہوں نے کہا کہ کو اپریٹو کا ایک روپ ماذل بنا لیں اور اس کے ذریعہ کاشت کریں۔ اس کے ذریعہ ہم زمین کو زہر لیلی دو سے بجا سکتے ہیں اور مائیکرو فناں کے قرضوں سے نکل سکتے ہیں۔

4۔ مشاورت کے ذیلی پہلو

مشاورت کے لیے رکھے گئے سوالات کے ارد گرد جن دیگر باتوں پر تبادلہ خیال ہوا وہ مندرجہ ذیل ہیں:

- لاہور کی مشاورت میں عورتوں کے حقوق پر تفصیلی بحث ہوئی۔ ڈاکٹر روینہ سہل نے عورتوں کے حوالے سے بات کرتے ہوئے کہا کہ زمین جب بھی بانٹی جاتی ہے عورتوں کے نام پر نہیں ہوتی۔ زیادہ تر عورتیں زراعت سے وابستہ ہیں، تاریخی اعتبار سے زراعت کا آغاز عورتوں سے ہی ہوا۔ انڈیا کی ایک محققینہ اگر وال نے تحقیق کی کہ جب عورت زمین کی مالک ہوتی ہے، خود کھیتی باڑی کرتی ہے تو اسے پتہ ہوتا ہے کہ جو کچھ فصل ہوگی وہ اس کی اپنی ہوگی تو اس کھیت کی پیداوار بڑھ جاتی ہے۔ عورتوں کے بغیر کھیت میں کام نہیں چل سکتا۔ وہاں جہاں کھیت کے کاموں کی زیادہ ذمہ داری عورتوں پر ہوتی ہے وہاں گھر بیلو تشدد کم ہوتا ہے اور جہاں عورت کو گھر میں بیٹھا دیا جاتا ہے اور اسے کہا جاتا ہے کہ اس کی ذمہ داری صرف گھر کی ہے وہاں گھر بیلو تشدد زیادہ ہوتا ہے۔ ڈاکٹر روینہ نے بتایا کہ جب وہ تحریکیں تو پتہ چلا کہ وہاں کھیتی باڑی کا سارا کام عورتوں کے ہاتھ میں ہے اور مرد صحیح ہی سے کام کی تلاش میں باہر نکل جاتے ہیں، یہاں گھر بیلو تشدد بہت کم پایا جاتا ہے۔

- صحافی اکرم ناصر کا کہنا تھا کہ جہاں ابھی مردوں کو حقوق نہیں مل رہے تو عورتوں کی بات تو دور کی ہے، ویسے بھی کھیتی باڑی کے کام میں پورا خاندان ملوث ہوتا ہے اور سب مل کر کام کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں ذاتی طور پر چاہوں گا کہ عورتوں کو ہر شعبہ میں حقوق ملیں۔ رکن آسمبلی ساجدہ میر کا کہنا تھا کہ عورتوں کو زمین ملنی چاہیے کیونکہ جو عورت اپنا زیور نہیں نپتھتی وہ زمین بھی نہیں نیچے گی۔ عورتیں سالہا سال سے زمین پر کام کر رہی ہیں اس پر ان کا حق ہونا چاہیے۔ محترمہ نیلم حسین نے کہا کہ عورت اور مرد دونوں کسان ہیں، دونوں کے حقوق کی جدوجہد ساتھ ہونی چاہیے۔ کیا ایک کے حق کی جدوجہد کے بعد دوسرا کی باری آئے گی؟ ہم تبدیلی کے لیے حکومت کی طرف دیکھتے ہیں جبکہ ہم یہ خود سے بھی کر سکتے ہیں۔ تبدیلی گھر سے آنی چاہیے، وراثت میں عورت کا حصہ ہونا چاہیے جو ہم اسے نہیں دے رہے، ہم منافقت کا شکار ہیں۔ روینہ جیل نے عورتوں کے حوالے کہا کہ صفائی امتیاز نہیں ہونی چاہیے اور عورتوں کا برابر کا حصہ ہونا چاہیے۔ زراعت سے مسلک عورت کو تحفظ ملنا چاہیے، جس میں سو شل سیکیورٹی، کام کا

تحفظ، زچگی کے علاوہ دیگر فوائد کے ساتھ ساتھ ہر اس کرنے سے بچانا شامل ہے۔ جاگیرداری کے خاتمہ کے لیے مرد کو عورت کے ساتھ مل کر چلنا ہوگا۔ دنیا میں وہی تحریکیں کامیاب ہوتی ہیں جن میں مرد اور عورت مل کر جدوجہد کرتے ہیں۔ اثر ریسورس سینٹر سے ساجد بلوچ نے بھی عورتوں کے ملکیت میں حصہ دینے کی بات کی اور اس کے ساتھ مذہبی تلقیتوں کو بھی زمین دینے پر بھی زور دیا۔ ڈاکٹر عبدالکریم کامیکی کہنا تھا کہ عورتوں کو برابر کا حق ملنا چاہیے۔

- انہیں مزارعین اور کارڈ کی کیتھرین آپا نے کہا کہ کسان تحریک میں اپنی عورتوں کو شامل کریں، انہیں آگے لاکئیں، ان سے جا کر مشورہ کریں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جو باتیں کر رہے ہیں اس پر عمل کریں۔ ایک تھا پا فورس بنا کر جدوجہد کریں۔ عقلیہ ناز نے عورتوں کے حوالے سے کہا کہ یہ سوال ہی کیوں اٹھتا ہے کہ عورتوں کا کیا حق ہونا چاہیے۔ ان کا برابری کا حق ہے، انہیں اپنا حق لینا چاہیے۔ اگر عورتوں کو چھوڑ دیں گے تو مردوں کو بھی کچھ نہیں ملے گا۔ انہوں نے سوال کیا کہ عورتوں کو کوئی دیا گیا ہے تو کیوں کوئی عورت پڑواری اور روپیہ نہیں میں نہیں ہے؟ ریکارڈ میں تبدیلی کی جا رہی ہے اور روپیہ نہیں ہو رہا ہے۔ اس میں عورتوں کے نام کا اندرانج نہیں ہوگا تو ریکارڈ میں بھی نہیں آئے گا۔ کسانوں کی سیاسی جماعتوں میں نمائندگی ہونی چاہیے اور اس میں کسان عورتیں بھی شامل ہوں۔

- ڈاکٹر روہینہ سہگل نے نہری پانی کے تقسیم کے حوالے سے کہا کہ ہمارا یہ مطالبہ ہونا چاہیے کہ پانی کی تقسیم منصفانہ ہو۔ پانی کے بٹوارے میں طاقت بہت استعمال کی جاتی ہے، بڑے بڑے زمیندار اثر رسوخ استعمال کرتے ہیں۔ پانی کی تقسیم کے لیے کسانوں کی کمیٹیاں بنائی جانی چاہیے۔ نیلم حسین نے بھی پانی کی تقسیم کے صحیح انتظام پر زور دیا۔ ناصر اکرم کا اس ضمن میں کہنا تھا کہ سیالابی نالے (flood channels) بنانے چاہیے اور اس میں سیالاب کے زمانے میں ہی نہیں بلکہ باقی دنوں میں بھی صحیح پانی دیا جانا چاہیے۔

- ڈاکٹر مبارک علی کا کہنا تھا کہ ہمیں جا گیر دارانہ نظام کو سرے سے ختم کرنا چاہیے، اصلاحاتی رویہ درست نہیں۔ انہوں نے زور دیا کہ لوگوں کو متحرک کرنے کی ضرورت ہے جیسا کہ اس مشاورتی پروگرام کے تحت ہو رہا ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ پاکستان کے کسانوں کو کسان تحریک کی صورت میں ایک پریشر گروپ بنانا چاہئے اور کوشش یہ ہونی چاہیے کہ زراعت سے متعلق امور کو سیاسی جماعتوں کے منشور میں شامل کروایا جائے۔

- اکرم ناصر نے کہا زمینی اصلاحات سے متعلق سوالات کے حوالے سے ہمیں ہر طبق میں تحقیقی مطالعہ کرنا چاہیے۔ نیشنل فورم ہو اور بلوچستان کی بھی نمائندگی ہو۔ انہوں نے ایکشن کے حوالے سے رائے دی کہ کسان ان لوگوں کو ایکشن میں منتخب کریں جو ان کے مقاصد کے لیے صحیح طور پر کام کریں، چھوٹے زمینداروں کو منتخب کریں۔ ووٹ ڈالتے وقت انہیں اختیار ہوتا ہے کہ وہ جسے چاہیں منتخب کریں، کوئی اس وقت ان کے ساتھ نہیں ہوتا۔ خواتین و بیفیر کو نسل کی صدر عزیز بی بی نے زور دیا کہ ہمیں حکمرانوں پر انحصار نہیں کرنا چاہیے۔ وہ ہم سے ووٹ اپنی ذات کے لیے لیتے ہیں۔ جب تک ہم خود فیصلہ نہیں کریں گے ہم مضبوط نہیں ہوں گے۔ ہم کسان ہیں، ہمیں پتہ ہے کہ کتنی محنت ہوئی ہے۔ جب چولستان کی تین نہریں بند ہو گئیں تو ہم نے احتجاج کیا اور اپنا حق لیا۔

- مظفر گڑھ کے اعجاز کا کہنا تھا کہ زمینی اصلاحات کے حوالے سے معلومات آئیں ہیں۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ ایک پلیٹ فارم بنالیا جائے، لائچہ عمل بنائیں اور چلی سطح سے لے کر دیگر تمام سماجی گروہوں کو شامل کریں۔ تحریک کو منظم کرنے کے لیے اپنے علاقے میں گروپس بنانے کی ضرورت ہے۔

- روپینہ جیل نے کہا کہ پاکستان کی کسان مزدور تحریک اپنا کردار ادا کر رہی ہے، ٹریڈ یونین والے اس میں اپنا حصہ ڈالیں گے۔ جا گیر داری ختم کرنے کے لیے تحریک چلانی چاہیے جس میں مرد اور عورت کو ساتھ لے کر چنان ہو گا۔ انہوں مزارعین مرد، عورت، تھاپا فورس مل کر جدوجہد کریں، جلسہ جلوس کریں جس میں ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ ہمیں کسانوں کو متحرک کرنا ہو گا۔ جدوجہد کے مختلف طریقہ کار اختیار کرنے ہوں گے، کہیں ایڈوکیسی (advocacy)، کہیں حکومت سے بات چیت اور کہیں پریشر گروپ کے طور پر کام کرنا ہو گا۔

-

عقلیہ ناز نے کہا کہ کسانوں کی تنظیموں کو ایک ہی موقف اختیار کرنا ہوگا۔ جب بھور بن میں تمام سیاسی جماعتوں کے لیڈران مل کر بیٹھ سکتے ہیں تو کسان مزدور اور ہم ایک جیسی سوچ رکھنے والے کیوں ایک جگہ اکٹھا نہیں ہو سکتے۔ وکیلوں کی تحریک بھی اسی وقت کامیاب ہوئی جب لانگ مارچ کیا گیا۔ لانگ مارچ کرنا چاہیے، مال روڑ پر نکنا چاہیے۔ ظہور جوئیہ نے کہا کہ ہر تنظیم کی اگرچہ اپنی شناخت برقرار رہے لیکن مقصد سب کا ایک ہونا چاہیے۔ پی کے ایم ٹی، انجمن مزارعین پنجاب کے ساتھ مل کر کام کرے گی۔ ہم کسان خود تحریک کو چلانے میں گے اور جدوجہد جاری رہے گی۔

صوبائی مشاورت برائے زمینی اصلاحات، سندھ

28 اپریل، 2012

پاکستان کسان مزدور تحریک اور روٹس فار ایکوٹی کی جانب سے زمینی اصلاحات پر مشاورت کا آغاز کراچی، سندھ سے ہوا جس میں سندھ بھر سے چھوٹے اور بے زمین کسانوں کے علاوہ مختلف طبقہ نکر سے تعلق رکھنے والے افراد شریک ہوئے۔ مشاورت کے لیے مخصوص کیے گئے چار سوالات کے گرد بحث و مباحثہ ہوا۔

1۔ جاگیرداری اور زمینی اصلاحات

سندھ نیشنل مومنٹ سے تعلق رکھنے والے علی حسن چاندیو نے کسان اور زمین سے جڑے مختلف پہلوؤں پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ ان کا کہنا تھا کہ بر صیر کی تقسیم کے فوری بعد ہندوستان نے جاگیرداری کے خاتمہ کا اعلان کر کے ثابت کیا کہ اس کی روح میں جمہوریت ہے جبکہ پاکستان میں بد قسمی سے ایسا نہیں ہو پایا۔ جہاں جاگیرداری ہو وہاں جمہوریت کا اپنی روح میں موجود ہونا ممکن نہیں، وہاں صرف نام کی جمہوریت ہوتی ہے۔ انہوں نے نشاندہی کی کہ سندھ میں کئی خاندان بڑی بڑی جاگیروں کے مالک ہیں جن میں جتوئی، شیرازی اور بھٹو کے علاوہ کئی اور خاندان بھی شامل ہیں۔ ان میں سے چند خاندان کو زمینیں 1843 میں ملیں۔ یہی جاگیردار خاندان سیاست میں ہیں، یہی ایکشن میں منتخب ہو کر انسپلی کے ممبر بنتے ہیں اور پھر یہی قانون بناتے ہیں، تو پھر وہ کیسے اپنے اور اپنے طبقے کے خلاف قانون بناتے ہیں۔ کھر، ٹوانہ اور بھٹو خاندان کو کیسے کہا جاسکتا ہے کہ وہ اپنی زمین کسانوں کو دے دیں۔ جاگیرداروں سے زمین چھیننا آسان نہیں، یہ ایک طرح سے ان کی خود مختاری چھیننے کے برابر ہے۔ کس طرح غلام مصطفیٰ جتوئی کا بیٹا مذل کلاس اور عام لوگوں کے ساتھ بیٹھ سکے گا؟ یہ ایک طبقاتی نکراو کی صورت ہوگی۔ جاگیردار، فوج اور بیورو کریسی تین ستوں ہیں، ایک دوسرے سے ان کا گھٹ جوڑ ہے۔ جاگیرداروں کا دفاعی طریقہ یہ ہے کہ وہ حکمران پارٹی میں شامل ہو جاتے ہیں۔ یہاں جو نظام ہے اس میں ممکن ہی نہیں ہے کہ زمینی اصلاحات نافذ ہوں۔

زمین کی تقسیم کے حوالے سے انہوں نے کہا کہ پیپلز پارٹی نے عورتوں کو زمین تقسیم کی لیکن عملی طور سے یہ ہوا کہ عورتوں سے شناختی کا رڑ لیے گئے، رجسٹری ان کے نام کی اور بدالے میں ایک دو لاکھ روپے جا گیردار نے دے کر زمین اپنے قبضہ میں کر لی۔ دوسری طرف کسانوں کو زمین دینے کے بجائے زمینیں نیلام میں یا انعام میں فوجیوں اور کھلاڑیوں کو دی جاتی ہیں۔ فوجی تنخواہیں لیتے ہیں، سہولتیں حاصل کرتے ہیں اور بعد میں ریٹائرڈ ہونے کے بعد زمینیں بھی مل جاتی ہیں۔ علی حسن چاندیو نے اس ضمن میں اپنا اور اپنی پارٹی کا موقف واضح کرتے ہوئے کہا کہ ان کی پارٹی سمجھتی ہے کہ جا گیرداری کو ختم ہونا چاہیے۔ 50 ایکٹ نہری زمین ایک خاندان کو رکھنے کا حق ہونا چاہیے اور 100-150 ایکٹ بارانی زمین۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ کسانوں کے حقوق کے حوالے سے 1950 کے ٹینیسی ایکٹ کے تحت 2002 میں سنده میں جو کمیٹیاں بنی تھیں اور جو قوانین بنائے گئے تھے، انہی پر بات ہونی چاہیے اور اس بات کو لازمی قرار دینا چاہیے کہ اگر زمین پیچی جاتی ہے تو نیا زمیندار کسان کو زمین سے نہیں نکال سکے گا۔ اس نکتہ سے پی کے ایم ٹی سنده کے کوارڈ نیٹر سے راجہ میجب نے اختلاف کرتے ہوئے کہا کہ اگر ہم ٹینیسی ایکٹ کو مانتے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ ہم جا گیرداری کو بھی مان رہے ہیں۔ اس بات سے علی حسن چاندیو نے اتفاق کیا۔ علی حسن چاندیو کا یہ بھی کہنا تھا کہ جس کے پاس 150-50 سے زیادہ زمین ہواں کو جیل بھیج دیا جائے۔

گھوکی سے پی کے ایم ٹی کے رکن علی نواز جبلانی نے پاکستان تحریک انصاف کے افخار سومرو کی جانب سے اٹھائی جانے والی اس بات پر کہ پاکستان میں جا گیرداری نہیں ہے اور اگر ہے تو چند کی نشاندہی کی جائے، جواب دیا کہ صرف سنده میں ہی مہر، جتوئی، شیرازی خاندان چند بڑے نام ہیں اسی طرح فاروق لغاری کے خاندان کے پاس بھی وسیع جا گیر ہے۔ ان خاندانوں کے زیر ملکیت زمین کا رقبہ ہزاروں ایکٹ پر پھیلا ہوا ہے۔ جبلانی کا یہ کہنا تھا کہ 1972 کی زمینی اصلاحات میں غلطی یہ ہوئی کہ زمین لینڈ کمیشن کے ذریعہ دی گئی جس کے نتیجہ میں عملی طور پر زمین جا گیرداروں کے قبضہ میں ہی رہی۔ لینڈ کمیشن سے زمین لے کر اسے غریب ہاریوں میں تقسیم کر دینا چاہیے۔

ماتلی سے ڈاکٹر سلیم کا کہنا تھا کہ اگر کسانوں کو زمین دی بھی جاتی ہے تو ایک دو شرائط ایسی عائد کی جاتی ہیں کہ کسان جا گیرداروں کی بات ماننے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ اس بات کو آگے بڑھاتے ہوئے پی کے ایم ٹی کی رکن سونی بھیل نے کہا کہ صرف زمین ہی نہ دی جائے بلکہ پانی اور کاشت کاری سے متعلق دیگر سہولیات بھی فراہم کی جائیں کیونکہ اگر وہ نہیں ہوں گی تو زمین کا کیا فائدہ۔ زمینی اصلاحات ہوں تو تمام لوازمات کے ساتھ ہوں۔

سونی بھیل نے مثال دیتے ہوئے کہا کہ بھٹو کے دور میں جو زمینوں کی تقسیم ہوئی اس میں میرے ماموں کو بھی زمین ملی لیکن وہاں پانی نہیں تھا تو ایسی زمین دینے کا کیا فائدہ؟ حاکم گل نے بھی زمین کی چھوٹے کسانوں میں تقسیم پر زور دیا۔ کرپشن و اچ کے نزاکت حسین نے بھی زمین کی چھوٹے کسانوں میں تقسیم کی بات کرتے ہوئے کہا کہ جس کے پاس ہزاروں ایکڑ زمین ہے اسے لے کر 500 خاندانوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ انہوں نے کہا کہ زمین اصلاحات ملک کو خوشحالی اور امن کی طرف لے جاتے ہیں۔

2- زمین پر قبضہ اور کارپوریٹ فارمنگ

محترم علی حسن چانڈیو نے زمینیں سرمایہ کاری اور کارپوریٹ فارمنگ کے لیے دینے کی مخالفت کی اور بتایا کہ ٹھہٹھے ضلع میں 30 ہزار ایکڑ زمین بین الاقوامی منافع خروروں کو دی گئی ہیں۔ ڈاکٹر شاہدہ وزارت نے خصوصیت سے نیوبل پالیسی اور کارپوریٹ فارمنگ پر بات کی۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان بہت تیزی سے آزاد معیشت کی پالیسی اختیار کر رہا ہے جبکہ دیگر ممالک بذرجنگ اور اپنے عوام کے مفادات کو سامنے رکھتے ہوئے اس جانب اختیاط سے قدم اٹھا رہے ہیں۔ انہوں نے اس ضمن میں ہندوستان اور پاکستان کا موازنہ کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان نے بہت تیزی سے آزاد معیشت کو اختیار کیا جبکہ ہندوستان میں معیشت اب بھی بہت محفوظ (protectionist) ہے۔ انہوں نے نشاندہی کی کہ جو ممالک آزاد معیشت اپناتے ہیں وہ قرضہ بہت لیتے ہیں اور اس کو واپس کرنے کے لیے ان کی پوری توجہ آمدنی کے ذرائع بڑھانے پر ہوتی ہے خواہ وہ زمین نیچ کر ہی کیوں نہ ہو، مثلاً کارپوریٹ فارمنگ کے ذریعہ، بینک یا سرکاری املاک نیچ کر۔ اس وجہ سے ان ممالک کی توجہ اپنی عوام کی ضروریات کی جانب نہیں ہوتی۔ جن ممالک نے بھی آئی ایف اور ولڈ بینک سے قرضے لیے ان کی پوری توجہ عوامی مسائل کے بجائے بھت خسارے کو کم کرنے پر رہتی ہے جس کی وجہ ہے کہ ان ممالک کے عوام غربت کا شکار ہوتے ہیں اور وہاں قحط بھی آتے ہیں۔

چانڈیو صاحب نے علمی و تحقیقی سرگرمیوں پر زور دیا اور کہا کہ ملک میں بڑے پیمانے پر غیر ملکیوں کو زمینیں دی جائی ہیں لیکن بہت کم لوگوں کو 2001 کے کارپوریٹ فارمنگ ایکٹ کے بارے میں علم ہے اور اس کے خلاف کوئی مراجحت نہیں ہو رہی۔ ضروری ہے کہ تحقیق کی جائے کہ اب تک کتنی زمین کارپوریٹ فارمنگ کے لیے دی گئی

ہے اور ان زمینوں سے جن لوگوں کو بے گھر کیا گیا ہے وہ کن حالات سے گزر رہے ہیں کیونکہ ان کی حیثیت بے زمین مزدور کی سی ہو جاتی ہے۔ ان کے پاس نہ کھانے کو پیسہ ہوتا ہے اور نہ ہی کوئی ٹھکانہ ہے۔ سیالب آتا ہے تو ان کے پاس کچھ نہیں رہتا اگر دیکھیں تو کارپوریٹ فارمنگ سے اس کا گہرا تعلق ہے۔ ڈاکٹر شاہدہ وزارت نے خداشہ ظاہر کیا کہ کہیں سندھ میں خصوصاً اور پورے ملک میں بالعموم کسانوں کا وہ حشرنہ ہو جو امریکیہ میں قدیم امریکیوں (Native Americans) کا اور آسٹریلیا میں ایبوریجنز (Aborigines) کا ہوا تھا۔ ہمیں اس ضمن میں تحقیقی سرگرمیاں کرنی چاہئیں، مقالات لکھنے جائیں، رسائل اور اخبارات کے ذریعہ اس کی تشهیر کریں اور ایک طرح سے ہم شروع کریں۔ انہوں نے لائج عمل کے لیے تین بنیادی پہلوؤں پر زور دیا تحقیق، تشهیر اور مراجحت۔ علی نواز جبلانی نے سندھ میں بڑے پیمانے پر زمین پر قبضہ ہونے اور کارپوریٹ فارمنگ کا ذکر کیا اور بتایا کہ میر پور خاص میں سندھ کے ایک وزیر نے بڑا رقمہ غیر ملکی کمپنی کو دیا ہوا ہے۔ ڈاکٹر سلیم نوہکانی نے ڈاکٹر شاہدہ وزارت سے اتفاق کیا اور کہا کہ پالیسی بنانے میں نمائندگی درمیانہ طبقہ اور نچلے طبقے کی اور وہاں کے لوگوں کی ہونی چاہیے۔ بارشوں کے دوران ماتلی ضلع بدین میں بدترین حالات تھے اور پالیسی بنانے والے صورتحال کا اندازہ ہی نہیں لگا سکے۔ کسان کے حالات کا اسے ہی پتہ ہوگا جو ان حالات میں رہتا ہے۔

علی حسن چانڈیو نے سندھ میں جنگلات کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ دریا کے دونوں کناروں پر لاکھوں ایکڑ تک پھیلے جنگلات کسانوں کی بھیڑ بکریوں کی چراگاہ تھے۔ ان پر حکمراں جماعت کے لوگوں اور ڈیروں نے مل کر قبضہ کر کے اپنی زمینوں میں اضافہ کر لیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جنگلات کی زمین کو ان لوگوں کے قبضہ سے چھڑا کر ان پر دوبارہ جنگلات کو لگانا ہوگا۔ اس علاقے پر صرف غریب کسانوں اور چھوٹے آباد کاروں کا حق ہونا چاہیے۔ حاکم گل نے کہا کہ قدرتی وسائل مثلاً جنگلات وغیرہ پر کسان کا حق ہونا چاہیے۔ شیر باز جن کا تعلق لیبر ایجنسیشن فاؤنڈیشن سے ہے۔ انہوں نے جنگلات کے کٹائی اور اس پر جا گیرداروں کے قبضہ کا ذکر کیا۔ جوں جوں آبادی بڑھتی جاتی ہے وہ آگے کی طرف دھکیلی جاتی ہے۔ بھر ان جگہوں پر جا گیردار درختوں کی کٹائی کر کے زمین پر قبضہ کرتے جاتے ہیں۔ اس ضمن میں حکومتی الکار بھی جا گیردار کے آله کار بننے ہوئے ہیں۔ ٹنڈو محمد خان سے پاکستان کسان مزدور تحریک کے ضلعی کوارڈینیٹر علو بھیل نے قبضہ گیری کے حوالے سے جا گیرداروں کے طریقہ کار کے بارے میں اپنے علاقہ کی مثال دیتے ہوئے کہا کہ عمر بھیل کے گاؤں کی زمین پر ہم ہندوستان کی تقسیم سے قبل سے بیٹھے

ہوئے ہیں۔ اس کے مالکانہ حقوق ہمارے نام ہیں لیکن جب گاؤں میں سڑک بننے لگی تو زمیندار نے کہا کہ ہم اپنے علاقے میں سڑک اس وقت بننے دیں گے جب تم ہمارے ساتھ عدالت چلو، وہاں اپنے مالکانہ حقوق ختم کرو اور ہمارے نام زمین کرو۔ اس طرح بھلی آئی تو کھبے لگانے کی اجازت نہیں دی اور کہا کہ گاؤں ہمارے نام کرو تو اجازت ملے گی اس طرح اسکول بنڈ کرو دیا اور بچوں کی وہاں پڑھائی اب نہیں ہو رہی۔

قبضہ گیر گروہ کے ایک اور عنصر جس کی طرف اشارہ کیا گیا وہ فوج ہے۔ شیر باز نے کہا کہ میڈیا ہو یا عدیلیہ وہ سیاست دانوں کو تو نشانہ بناتی ہیں لیکن اس کے پیچے جو اصل حرکات ہیں اس میں فوج کے کردار پر تنقید نہیں کرتے۔ رہبر یوچ کے علی عاجز گبول نے بھی قبضہ گیری کے حوالے سے فوج کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ پو عاقل چھاؤنی بہت بڑے علاقے پر پھیلی ہوئی ہے۔ وہاں کوئی دفاعی سرگرمیاں نہیں ہو رہی بلکہ فوجیوں نے خود وہاں مزارع اور کسان رکھے ہوئے ہیں اور اب دوسرا کٹونمنٹ بنانے کی بات ہو رہی ہے۔ قبضہ گیر گروہ کو حکومتی اہلکاروں اور سیاسی نمائندگان کی حمایت حاصل ہے۔ جس طرح شہر میں لیدنڈ مافی، یونین کونسل کے ارکان اور دیگر حکومتی اہلکاروں کی مدد سے ہی زمین پر قبضہ کرتے ہیں اسی طرح زرعی زمین کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس لڑائی میں بہت سی رکاوٹیں آئیں گی کیونکہ کارپوریٹ فارمنگ میں جا گیری داری ساتھ دے رہی ہے۔ کشور کمار جو تھر ڈی پینٹ سوسائٹی سے تعلق رکھتے ہیں نے فوج کے حوالے سے کہا کہ نگر پارکر میں جو فوجی چھاؤنی بنائی جا رہی وہ دراصل تھر کے کوکے کے ذخیرے پر قبضہ کرنے کی کوشش ہے۔ ضلع تھر پارکر کی ایک ایکٹر زمین کا بھی سروے نہیں ہوا ہے اور وہاں کے معدنیات کے ذخائر کے بارے میں کچھ نہیں پتہ۔ اس قبضہ کے خلاف مراجحت ہونی چاہیے۔ علی حسن چاندیو نے کہا کہ کراچی میں ملیر کا علاقہ بہت سر سبز تھا وہاں ہر قسم کی سبزیاں، گندم، کپاس اور بہت ساری فصلیں ہوتی تھیں اس پر اب ڈینس ہاؤسنگ اخترائی کا قبضہ ہو گیا ہے۔ سپرہائی وے کے دونوں اطراف 13 ہزار ایکٹر زمین پر قدرتی سر سبز علاقہ تھا جسے محفوظ رکھنے کی ضرورت تھی اور وہاں درجنوں گاؤں آباد تھے۔ یہ علاقہ بھی ڈینس ہاؤسنگ اخترائی نے لے لیا اور گاؤں والوں کو کہا گیا کہ وہ سب وہاں سے نکل جائیں، بد لے میں ان کو معمولی رقم دے دی گئی۔ کرپشن و اچ کے نزاکت حسین نے کہا کہ زمین پر قبضہ کی وجہ سے اکثر تازعات کھڑے ہوتے رہتے ہیں جس میں بہت سے لوگ قتل بھی ہو چکے ہیں، بدامنی ہے اور اس کی روک تھام کے لیے قانون سازی ہونی چاہیے۔

3۔ خوراک کی خود مختاری اور زرعی مارکیٹ معیشت

علیٰ حسن چانڈیو کا کہنا تھا کہ زمینی اصلاحات کے ذریعے کسانوں کو ان کے حقوق ملنے چاہئے۔ آباد کار جو بیج بورہ ہے، کھاد ڈال رہا ہے اور زمین پر محنت کر رہا ہے وہ اس کو مہنگی پڑتی ہے۔ جب فصل تیار ہوتی ہے۔ گنا، کپاس، گندم اور سبزیاں تو دلال اس کی قیمت کا فیصلہ کرتا ہے۔ کوئی حساب کتاب نہیں ہوتا کہ خرچ کو دیکھ کر، محنت کو دیکھ کر قیمت لگائی جائے تاکہ کسان خوشحال ہو سکے۔ منیزہ جو کہ ایک ڈیپلمنٹ کنسٹلینٹ ہیں نے بھی اس پہلو کی جانب اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ وہ دادو کے دس بارہ گاؤں گئیں اور وہاں کسانوں سے ملیں، وہاں پر ہاری نہیں بلکہ چھوٹا زمیندار تھا جس کے پاس 12 ایکڑ زمین تھی۔ اس کی ایک ایکڑ سے 30 من اور 12 ایکڑ سے 60 من کے قریب گندم اتری لیکن اس فصل کا آدھا اسے جا گیردار کو دینا پڑا جو کہ ہل چلانے، پانی استعمال کرنے اور بیج وغیرہ کے خرچ کی مد میں تھا۔ چار چھ مہینے کی محنت کے بعد جو اس کے پاس بچا وہ 30 سے 40 ہزار روپے تھے یعنی چار سے پانچ ہزار اس کے بعد کسان کے پاس اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں رہتا کہ وہ یہ پیسہ کھانے پینے کے خرچ کے لیے رکھے اور شہر جا کر دیہاڑی پر کام کرے۔

شکار پور سے رحمت اللہ نے بھی کسان کے ان حالات کا ذکر کیا کہ وہ چاول، گندم وغیرہ مہنگا خریدتا ہے دیگر اخراجات کے لیے زمیندار سے قرضہ لیتا ہے اور جب فصل تیار ہوتی ہے تو زمیندار اس وقت اپنا قرضہ وصول کر لیتا ہے اور اسے کچھ مہینہ کی مہلت بھی نہیں دیتا۔ ان کی حالت اتنی بری ہے کہ پورے دن محنت کے بعد ایک وقت کا کھانا بھی مشکل سے مل پاتا ہے۔ حکومت کسانوں کو جو پیسہ دینے کا اعلان کرتی ہے وہ زمیندار لے جاتا ہے یا کمیشن والے، ہاری کو کچھ نہیں ملتا۔ ڈاکٹر سلیم اور محمد رمضان نوٹکانی نے بھی کسان کے بہت زیادہ اخراجات کا ذکر کیا اور کہا کہ چھوٹے کاشکار پر بہت ظلم ہو رہا ہے۔ بڑی رقم جا گیردار کو قرضہ ادا کرنے میں چل جاتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہندوستان میں حکومت فصل کی قیمت پہلے ہی کسانوں کو ادا کر دیتی ہے اس لیے مارکیٹ میں بیچتے وقت قیمت میں کمی سے ان کا نقصان نہیں ہوتا۔ جبکہ پاکستان میں ایسا نہیں ہے۔ علیٰ حسن چانڈیو نے بھی یہ بات کہی کہ اب کاشت میں ٹریکٹر تھریشِ استعمال ہو رہے ہیں، نئی میکنالوجی کا استعمال بڑھ رہا ہے لیکن اس کے شمرات کسان کو پہنچنا چاہیں۔ رحمت اللہ نے ذکر کیا کہ ٹماٹر ملک کے باہر انڈیا اور ایران سے آ رہا ہے لیکن ملک کا نہیں خریدا جا رہا ہے۔

میر پور خاص سے محمد اسماعیل گور جانی جو کھنچتی باڑی کرتے ہیں نے اپنے ساتھ ہونے والے نقصان کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ ان کے سات بھائیوں کی 32 ایکٹر زمین ہے جو وہ خود کاشت کرتے ہیں۔ انہیں سیالب سے بہت نقصان پہنچا جس کے بعد انہوں نے نیا سوریا کمپنی کی طرف سے سورج مکھی کے بیچ جس کی بہت تشمیر کی گئی تھی، کی فصل لگائی لیکن خراب بیچ کی وجہ سے پوری فصل تباہ ہو گئی، ساری محنت ضائع ہو گئی اور قرضہ بھی چڑھ گیا۔ اب انہیں کوئی مدد نہیں مل رہی ہے جبکہ انہوں نے صحافیوں سے رابطہ کیا، اخبار والے میڈیا والے بھی آئے، وزیر سے مدد مانگی لیکن کوئی شکرانی نہیں ہوئی۔ پاکستان کسان مژدور تحریک کے علو بھیل نے کہا کہ زمین اصلاحات، خوارک کی خود بختاری، زمین پر قبضہ یہ ساری چیزیں ایک دوسرے سے جڑی ہوئی ہیں۔ علی نواز جلبانی نے کہا کہ اگر زمین ہو گی تو ہی خوارک کی خود بختاری کی بات ہو گی۔ ہمارا مطالبہ ہے کہ ہماری زمین ہو، بیچ ہو اور ہم اپنی مرضی کا اناج اگائیں۔ ٹنڈو محمد خان سے پی کے ایکٹر کی ممبرینٹ کی فصل نہیں بھیل نے کہا کہ ہم اپنی مرضی کی فصل نہیں بوستے جو بونا چاہتے ہیں وہ بونہیں سکتے اتنی طاقت نہیں کہ آواز اٹھا سکیں۔

4۔ مشاورت کے ذیلی پہلو

مشاورت کے لیے رکھے گئے سوالات کے ارد گرد جن دیگر باتوں پر تبادلہ خیال ہوا وہ مندرجہ ذیل ہیں:

- نہری پانی کی تقسیم کے حوالے سے علی حسن چاندیو نے کہا کہ سندرہ وہ زرعی علاقہ ہے جہاں تھوڑی بہت سرمایہ کاری کر کے بہت کچھ حاصل کیا جاسکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ سندرہ کا 70 فیصد سے زیادہ زرعی حصہ ہے اور یہاں بڑی مقدار میں گندم اور گنے کی فصل ہوتی ہے اس کے علاوہ ہر قسم کی فصل یہاں ہوتی ہے۔ زیادتی یہ ہو رہی ہے کہ پانی کی تقسیم صحیح نہیں جس کی وجہ سے بہت نقصان ہو رہا ہے۔ انہوں نے ڈیم بنانے کی مخالفت کی اور کہا کوئی بھی ایسا کام سندرہ کے مشورے کے بغیر نہیں ہونا چاہیے۔ پانی کے حوالے سے ایک اور مسئلے کی جانب بھی انہوں نے اشارہ کیا وہ یہ کہ دریا میں پانی کی کمی کی وجہ سے سندرہ تک دریائی پانی نہیں پہنچ رہا ہے جس سے دریا سندرہ کا ڈیلٹا ختم ہو رہا ہے اور اس میں موجود جنگلات بھی تیزی سے ختم ہو رہے ہیں۔ بدین اور ٹھنڈھے میں سیم و تھوڑی کی وجہ سے 2 ملین زمین نہر ہو گئی ہے۔ 500-1000 ایکٹر زمین کے مالک بھی اب لکڑیاں بیچنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ شیر باز نے بھی

بڑے ڈیم بنانے کے خلافت کی اور کہا کہ ان کے بنانے میں سیاسی اور سماجی پہلو کو مد نظر نہیں رکھا جاتا صرف سرمائے کے پہلو کو مد نظر رکھا جاتا ہے۔

- کسانوں کے حالات پر علی حسن چاندیو نے کہا کہ کسانوں کو غلام بنا کر رکھا گیا ہے۔ اچھا ہوا کہ اب نجی جیلیں ٹوٹی شروع ہو گئی ہیں ورنہ جس طرح 300 سال پہلے افریقہ کے غلام بنا کر رکھے جاتے تھے ویسا ہی کچھ یہاں کسانوں کے ساتھ ہو رہا ہے۔ کسان کو سہوتیں نہیں ہیں کہ وہ اپنے بچے کو تعلیم دلائے وہ اسے کھینچ باڑی میں اپنے ساتھ کام میں لگا لیتا ہے۔ نہ ان کے پاس علاج کی سہوتیں ہیں۔ پاپا ٹائمس (Hepatitis) کے مریض سنده میں بڑھ رہے ہیں، ان کی مشکلات بڑھ رہا ہے، ایک کمرہ میں دس دس لوگ رہتے ہیں جس سے بیماری تیزی سے پھیلنے کا خطرہ کہ تپ دق اور پاپا ٹائمس بڑھ رہا ہے، ایک کمرہ میں دس دس لوگ رہتے ہیں جس سے بیماری تیزی سے پھیلنے کا خطرہ ہوتا ہے۔ علاج کا صحیح انتظام نہیں، ایک ہی انجکشن 15-10 لوگوں کو لگایا جاتا ہے اور یوں بیماری پھیلتی ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ کسان قرضہ میں جکڑا ہوا ہے۔ جا گیردار کے رجڑ میں جو قم لکھی ہوتی ہے یعنی اس کی ذاتی ڈائری میں وہ کسان کو ادا کرنی ہوتی ہے۔ کسانوں کے لیے تعلیم ضروری ہے تاکہ وہ حساب کتاب سمجھ سکیں اور ان کا استعمال نہ ہو۔ شیر باز نے کہا کہ دفاعی اخراجات کو کم ہونا چاہیے، صحت اور تعلیم پر توجہ دینی چاہیے۔ انہوں نے کہا کہ سیالاب کے بعد یہی آبادی کے شہروں کی طرف منتقلی سے مسائل بڑھے ہیں۔ سونی بھیل نے کہا کہ زمین پر مزدور اور ہاری کا حق ہے لیکن جو محنت کر رہا ہے اسے کچھ نہیں مل رہا اور وڈیرہ عیش کر رہا ہے۔ ہم بھی جینے کا حق رکھتے ہیں ہم بھی چاہتے ہیں کہ اپنے بچوں کو پڑھا سکیں۔ اگر ہمیں حق نہیں ملے گا تو ہم لے لیں گے۔ شکار پور سے رحمت اللہ نے کہا کہ ہاری سارا دن محنت کرتے ہیں لیکن بد لے میں صرف ایک وقت کا ہی کھانا ملتا ہے۔ پی کے ایم ٹی کی ممبر سینت بھیل کا کہنا تھا کہ ہم مزدور طبقہ ہیں ہمارے پاس زینیں نہیں ہیں تو دوسروں کی زمین پر کام کرنے پر مجبور ہیں۔

- گھوکی سے اللہ وڑاپو بزدار نے عورتوں کے حقوق کے حوالے سے کہا کہ زمین پر کام کرنے والے کو اجرت دی جائے اور چونکہ عورت بھی کاشت کرتی ہے تو اس کو بھی مناسب اجرت ملنی چاہیے۔ شیر باز نے ذکر کیا کہ جوز میں نہیں بانٹی گئیں تو وہ ان کو دی گئیں جس کے پاس وطن کا رڑ تھا اور یہ کارڈ مردوں کو جاری ہوا تھا۔ اگر عورتیں گھر کی سربراہ ہیں تو ان کا حق بھی تسلیم کرنا چاہیے۔

شرکاء کا کہنا تھا کہ کسانوں کو منظم اور متحد کرنے کی ضرورت ہے، انہیں میدان میں لانا چاہیے۔ جو جمہوری جماعتیں اور رسول سوسائٹی کے رکن اور مقامی جدوجہد کی بات کرتے ہیں انہیں کسانوں کے ساتھ تحریک میں شامل ہونا چاہیے۔ سیاسی جماعتوں کو چاہیے کہ وہ اپنے منشور میں ان امور کو شامل کریں۔ منیزہ نے کہا کہ کسان منظم تحریک شروع کریں، غیر سرکاری تنظیموں کو اپنے ساتھ ملائیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ان سیاسی جماعتوں کو ووٹ نہ دیں جنہیں اپنی سیاست چلانے کے لیے جاگیرداری کی ضرورت ہے۔ علی عاجز گبول کے مطابق کسان و ہاری کو خود مختار بنائیں۔ انہیں ایک پلیٹ فارم دیں، تحریک کے لیے آمادہ کریں، ان کی ذہنی تربیت کی جائے تاکہ وہ اپنے حق سے آگاہ ہوں اور ان کے نمائندے سامنے لائے جائیں۔ شاہدہ وزارت کا کہنا تھا کہ علمی سطح پر تحقیقی کام ہونا چاہیے اور مراحت کی تحریک کو اختیار کرنا چاہیے۔ پی کے ایم ٹی کے علی نواز جلبانی نے کہا کہ تحریک کے کام کو آگے بڑھائیں۔ سونی بھیل نے جدو جہد کر کے حق حاصل کرنے کی بات کی۔

شیر باز کا کہنا تھا کہ غیر سرکاری تنظیمیں پیروکاری (advocacy) کے ذریعہ دہنی اور شہری زندگی کے درمیان خلاء کو ختم کرنے کی کوشش کریں۔ اللہ وڑایو بزدار نے یونین کوسل کو مضبوط کرنے کی بات کی اور یہ کہا کہ زمینی اصلاحات پر بحث کا آغاز تعلقہ یا پھر ڈسٹرکٹ سے شروع کریں تو زیادہ ایسے نمائندے سامنے آئیں گے جو حقیقت سے زیادہ جڑے ہوئے ہیں۔ کشور کمارنے بھی یہ کہا کہ چھوٹے علاقوں سے پروگرام کرنے چاہیے۔

محمد اسماعیل بلوچ نے میڈیا کی اہمیت پر روشنی ڈالی اور کہا کہ انہیں ساتھ ملائیں، ان کو ساتھ ملائے بغیر کوئی فائدہ نہیں۔ کسانوں کے مسائل پر پریس کانفرنس کرنی چاہیے اور مظاہروں کا راستہ بھی اختیار کرنا چاہیے۔ آغا خان یونیورسٹی کراچی سے ڈاکٹر ہما غفار نے کہا کہ ایک پریشر گروپ بنانے کی ضرورت ہے جس میں زراعت اور کسان کے مسئلہ سے وابستگی رکھنے والے افراد کو شامل کرنے کی ضرورت ہے۔ جب جاگیردار، فوج اور سیاستدانوں کا گھٹ جوڑ ہو سکتا ہے تو ہم سب کا کیوں نہیں ہو سکتا۔ اس گروپ کو مضبوط کرنے کی ضرورت ہے۔ سفر آسان نہیں، مشکلات آئیں گی لیکن انہیں طے کرنا ہے۔

اشاعت: روئیس فاراکیوئی

تعاون: آنکسٹم نویب